ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

مارچ 2021ء - رجب المرجب 1442ھ (جلد 18 شمارہ 07)

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 18 شمارہ 07

مارچ 2021ء - رجب المرجب 1442ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ..................35روپے

سالانہ.................400روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال......................پرینک "Prank" کی وباء.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط12)....مریم بنتِ عمران کی ولادت اور اُن کی کفالت.....// // 9

درسِ حدیث ... "معراج" سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث (قسط2)...// // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..// // 22

قرآن مجید کے پانچ حقوق...مولانا شعیب احمد 26

ماہِ ذوالحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود 33

علم کے مینار:...........امت کے علماء وفقہاء (قسط1).........مفتی غلام بلال 35

تذکرۂ اولیاء:...................عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت.......مولانا محمد ریحان 39

پیارے بچو!.......................پارک میں دو کھیلتے بچے......................// // 45

بزمِ خواتین .....عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)....مفتی طلحہ مدثر 47

آپ کے دینی مسائل کا حل ...."عمل بالحدیث"

کا حکم (قسط1)...ادارہ 56

کیا آپ جانتے ہیں؟...........فراست وبصیرت...........مفتی محمد رضوان 70

عبرت کدہ ... قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ اول)...مولانا طارق محمود 79

طب وصحت ....حجامہ کی اُجرت کے مکروہ ہونے

کی احادیث وتشریح..حکیم مفتی محمد ناصر 83

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............................// // 90

اخبارِ عالم ......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

پرینک ''Prank'' کی وباء

آج سے چودہ سو سال پہلے احادیث میں یہ پیشین گوئی کردی گئی تھی کہ:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک مختلف فتنے ظاہر نہ ہوجائیں، اور جھوٹ عام نہ ہوجائے'' (مسند احمد، حدیث نمبر۱۰۷۲۴)

خود جھوٹ بولنا ہی، سنگین گناہ اور معاشرے کے لیے ایک مہلک مرض اور فتنہ وفساد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، لیکن اس کو عوام میں نشر کرنا، اس سے بھی زیادہ سنگین گناہ، مہلک مرض اور فتنہ وفساد برپا کرنے اور پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ بولنے اور جھوٹ کو نشر کرنے والے کو، اس حال میں دکھایا گیا تھا کہ اس کے جبڑے، گُدی تک چیرے جارہے تھے، اور قیامت تک اس کے ساتھ، اسی طرح عذاب کا سلسلہ جاری رہنے، اور قیامت کے بعد پھر اللہ کی طرف سے جو چاہے، معاملہ کرنے کی اطلاع دی گئی تھی

(ملاحظہ ہو: بخاری، حدیث نمبر۱۳۸۶، و مسند احمد، حدیث نمبر۲۰۱۶۵)

موجودہ دور میں مذکورہ دونوں حدیثوں کا مفہوم صادق آنے والے لوگوں کی بڑی تیزی سے کثرت ہوتی جارہی ہے، اور مختلف شکلوں میں اس کے مظاہر ومناظر سامنے آرہے ہیں۔

پہلے تو کسی وقت یکم اپریل کو ''اپریل فول'' کے نام سے جھوٹ کا پلندہ قائم کرنے کا بہت رواج تھا، اور آج بھی بعض مقامات پر اس کا رواج ہے، جس میں ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولنے اور دوسرے کو دھوکہ دینے کو فخر کی بات سمجھا جاتا ہے، لیکن زمانے کے ساتھ ساتھ گناہوں کی شکلیں بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں، بلکہ قربِ قیامت کے فتنوں کے دور کی وجہ سے ترقی کرتی رہتی ہیں، جس طرح سائنسی اعتبار سے ایجادات ہورہی اور ترقی کررہی ہیں، اسی کے ساتھ گناہوں کی شکلیں بھی نئی نئی

ایجاد و متنوع ہوتی اور ترقی پکڑتی جا رہی ہیں۔

آج کل جھوٹ کی ایک نئی شکل پرینک ''Prank'' کے نام سے مشہور ہے، جس میں یورپ اور انڈیا جیسے ممالک کی پیروی و اقتداء کرتے ہوئے، بہت سے پاکستانی نوجوان لڑکے، لڑکیاں بھی مبتلا دکھائی دینے لگے ہیں۔

پرینک کے عمل میں ٹیلی فون کال سے لے کر ویڈیو شوٹ ''Prank Video Shoot'' تک کی بہت سی صورتیں رائج ہوگئی ہیں، جن کے مناظر کو ویڈیو کیمروں میں محفوظ کرنے کے بعد، سوشل میڈیا پر نشر کر کے جھوٹ کو پھیلانے کے گناہ کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ کئی دوسرے کبیرہ گناہوں کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، جن میں ناجائز ایذاء رسانی، تجسس، عیب جوئی، عیب گوئی، بہتان، غیبت، استہزاء اور تمسخر جیسے کئی سنگین اور شدید گناہ بھی شامل ہوتے ہیں، اس قسم کے اصولی گناہوں کے متعلق قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ ۱۱ و ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ (جن سے کہ تمسخر کیا جارہا ہے) ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ (عورتیں کہ جن کا تمسخر کیا جارہا ہے) ان سے اچھی ہوں (جو کہ تمسخر کرنے والی ہیں) اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد بُرا نام رکھنا گناہ ہے اور جو (اس

طرح کے گناہوں سے) توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔اے ایمان والو!تم بہت سے گمان قائم کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں،اورتم تجسس نہ کرو،اورتم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں،کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے،اس کو تم ناپسند کرتے ہو،اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا،رحیم ہے (سورہ حجرات)

دوسرے کی بے خبری میں ایسے افعال انجام دینا، یا ایسی شرارت کرنا، جو دوسرے انسان کو دم بخود کر دے،اس کے ذریعے دوسرے حیرت زدہ ہو جائیں، یا یکدم اپنے شدید ردِ عمل،مثلاً غصہ،نفرت، ڈر،تکلیف وغیرہ کا اظہار کرنے لگیں،یہ طرزِ عمل،آج کل کی رائج زبان میں ''پرینک'' کہلاتا ہے۔

جو شخص پرینک کا عمل انجام دیتا ہے،اس کو پرینک اسٹر (Prankster) کے نام سے جانا جاتا ہے،پرینک کو جن دوسرے انگریزی ناموں سے جانا جاتا ہے،ان میں گیگ (gag) جیپ (jape) اور شینانیگن (shenanigan) شامل ہیں۔

آج دنیا بھر کے بہت سے لوگ ''پرینک'' کو اپنا ذریعۂ آمدن بنا چکے ہیں،جس کی آمدنی کو شرعی اعتبار سے حلال قرار دیا جانا بھی مشکل ہے،بھلا جو چیز شرعی اعتبار سے مختلف سنگین گناہوں کا مجموعہ ہو،اور اس کی بنیاد ہی جھوٹ،دھوکہ وفریب وغیرہ،جیسے گناہوں پر قائم ہو،اس کی آمدنی کو حلال کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

''پرینک'' سے عموماً متاثرہ شخص شرمندہ، پریشان، ششدر، یا تکلیف دہ کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ کسی کو ''مصنوعی'' اور ''بناوٹی'' طور پر جھوٹا فون کرتے ہیں،اور خوب پیٹ بھر کر دوسرے کے سامنے جھوٹ بولتے، بلکہ جھوٹی تقریریں کرتے ہیں،اور پھر اس سارے جھوٹ کے پلندہ کی فلم بنا کر ایک پروگرام کے طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے نشر کرتے ہیں۔

بعض لوگ ریڈیو ایف-ایم-وغیرہ کے ذریعے اسی نوعیت کے پروگرام کے لئے پہلے کچھ سادہ لوح لوگوں سے متعلق معلومات اکٹھی کرتے ہیں،پھر ان کو فون کے ذریعے کسی جھوٹی کہانی میں الجھاتے ہیں،اور اس کی ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر نشر بھی کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ آج کل واٹس ایپ جیسے سماجی رابطے کے ایپ کو بھی جاری کردہ تصاویر کے ساتھ جعلی گفتگو کی پرینک کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ کے اس جدید دور میں یہ کام یوٹیوب کے ذریعے کچھ عرصہ میں ہی ترقی پکڑ چکا ہے، اس سلسلے میں یہ کام انجام دینے والے لوگ، اپنے ہدف سے خفیہ ہوکر کر ویڈیوز بناتے ہیں، جن میں لوگوں کو گمراہ کرنے، ان کو بے وقوف بنانے اوران کو تمسخرواستہزاء کا ذریعہ بنانے کا منصوبہ انتہائی دیدہ دلیری، خوداعتمادی اور سچ مچ کا ڈھونگ رَچا کر انجام دیا جاتا ہے۔

چنانچہ بہت سے لوگ مختلف مقامات پر جا کر پرینک ویڈیوشوٹ ”Prank Video Shoot“ کرتے ہیں، اور پھر اس کو سوشل میڈیا پر نشر کرتے ہیں، اور اس پروگرام کو ویسے لوگ، بہت شوق وذوق سے دیکھتے، اور پسند کرتے ہیں۔

اسی کے ساتھ اپنے پروگرام کو پسند کرنے والے، اور فالوورز ”Followers“ کی تعداد بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ آرائی ہوتی ہے، کیونکہ جو اس پرینک اور جھوٹ کے پلندہ کو زیادہ شدید اور بھونڈے انداز میں تیار کرتا ہے، اس کے فالورز کی تعداد بھی زیادہ ہوجاتی ہے، اور اس طرح اپنے پروگرام کے فالورز کی تعداد بڑھانا، موجودہ دور میں ایک مستقل مرض بن گیا ہے، جس کی بنیاد خالص ”حبِ جاہ“ اور ”حبِ مال“ پر قائم ہے، اور انہی دو چیزوں کے مجموعے کا نام ”حبِ دنیا“ ہے، جو تمام روحانی امراض اور بیماریوں کی جڑ ہے۔

افسوس کہ جن چیزوں کا دینِ اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا، اور جن خرابیوں اور گناہوں سے بچنے بچانے کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی گئی تھی، آج وہی ان گناہوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں، پھر وہ کیا خاک دوسروں کی رہنمائی کریں گے۔

پھر اس طرح کے پروگراموں کے بھیانک نتائج روزمرہ کے حساب سے منظرِ عام پر آرہے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی کے ساتھ تمسخرواستہزاء کرنے اور اس کے ساتھ دھوکہ وخداع اور ایذاء رسانی کا عمل انجام دینے سے اس کو بغض وعداوت پیدا ہوجاتی ہے، اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ اختلافات جنم لیتے ہیں، لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت گری کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

کیونکہ مروجہ ''پرینک'' ایک ایسا جھوٹا اور فریب کاری ودھوکہ دہی کا عمل ہے، جس سے متعلقہ فرد، ندامت وشرمندگی کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے نتائج شرارت ومزاح سے کہیں زیادہ ہراسگی اور خفت کا باعث بنتے ہیں، ہلکا پھلکا مذاق تو شاید دوسروں کو اشتعال دلانے کا باعث نہ بنتا ہو، لیکن آج کل اکثر پرینک انتہائی بیہودہ اور لغو ہوتے ہیں، جنہیں ایک عزت دار اور حساس شخص شاید ہی برداشت کرپائے۔

چنانچہ آج کل کے اکثر وبیشتر ''پرینک'' ایسے ہوتے ہیں، جنہیں انجام دیتے ہی لوگ غصے سے مشتعل ہونے لگتے ہیں، مثلاً کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے نیچے سے کرسیاں کھینچ لینا، دوسروں کو جھیل، یا تالاب میں دھکیل دینا، ان کے منہ پر تھپڑ دے ماردینا، یا کسی لڑکی یا لڑکے پر پانی وغیرہ کی پوری بوتل یا کیچڑ انڈیل دینا، یا میاں بیوی اور دوستوں یا خاندان کے افراد میں غلط فہمی اور بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کرنا، ایسے پرینک گھر بیٹھ کر یوٹیوب دیکھنے والے بعض لوگوں کو بھی ناگوار گزرتے ہیں، انہیں ''پرینک'' سے متاثر اور اس کا شکار ہونے والوں سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے اور پرینک کرنے والوں کے لئے غصے اور نفرت کا احساس ہوتا ہے۔

پرینک کی ایک بھیانک صورتِ حال اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب رات کی گہری تاریکی میں تاریک وسنسان راستوں پر پہلے سے ڈرے سہمے لوگوں کو بھوت پریت بن کر ڈرایا جاتا ہے، ایسی صورتِ حال، کمزور دل خواتین وحضرات کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہوسکتی ہے، بہت سے متاثرین ایسے بھی ہوتے ہیں، جو شدید ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے، حقیقتِ حال معلوم پڑ جانے کے بعد پرینک کرنے والے کو تشدد کا نشانہ بناڈالتے ہیں۔

کچھ ایسے ہولناک پرینک بھی ہوتے ہیں، جن سے لوگ اپنی جان گنوا بیٹھتے ہیں، امریکہ میں ایک بارہ سالہ لڑکا پرینک کی غرض سے ہاتھ میں نقلی پستول لہراتا ہوا جب راستے میں آیا، تو پولیس نے اسے دہشت گرد سمجھتے ہوئے گولی کا نشانہ بناڈالا۔

ایک شخص نے اپنی بہن کو خوفزدہ کرنے کے لئے خودکشی کا ڈرامہ رچاتے ہوئے جعلی پھندا لینے کی کوشش کی، تو حقیقت میں ہی اس پھندے کا شکار ہوگیا۔

www.idaraghufran.org

ایک لڑکی نے سوشل میڈیا پر خودکشی کا جھوٹا پیغام ارسال کیا، تو اس سے محبت کرنے والے نوجوان نے شدید غم کا شکار ہو کر حقیقتاً خودکشی کر لی۔

اسی طرح ایک لڑکی نے پرینک کے طور پر ہمسائے کی گاڑی پر انڈے اور مایونیز کو پھینکا، تو گاڑی کے مالک نے اسے گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ اور اس طرح کے ان گنت واقعات لوگوں کے عدمِ برداشت اور اشتعال انگیزی میں مبتلا ہو جانے کے گواہ ہیں۔

جوش وجنون کا حد سے زیادہ اظہار اور سنسنی پھیلانے کی اندھی خواہش، مذاق کو کب، شدید بغض و عداوت اور خونی کھیل میں بدل سکتی ہے، اس کا قبل از وقت اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے، بعض اوقات معمولی مال، یا جاہ کی خواہش اور حرص وطمع، سنگین حادثات اور خطرناک نتائج کا باعث بن جاتی ہے۔

اور ایک ایسا ملک جہاں ذرا ذرا سی بات پر ہی لوگ مشتعل ہو کر اسلحہ کے استعمال، مادھاڑ اور خون ریزی کرنے پر آمادہ رہتے ہیں، وہاں ایسے بھیانک مذاق کو اعصابی، جذباتی ونفسیاتی اشتعال کے طور پر ایک لاغر معاشرہ بھلا کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

یقیناً تیزی سے ترقی کرتی ہوئی ’’پرینک‘‘ کی موجودہ صورتِ حال، ملک میں جنگ وجدل، قتل وغارت گری، خون ریزی اور دیگر فتنہ وفساد پر مشتمل واقعات وحادثات میں اضافہ کا باعث بن سکتی ہے، اور بننا شروع ہو چکی ہے، جس پر قابو پایا جانا ضروری ہے۔

اربابِ اقتدار کو بھی ’’پرینک‘‘ کے پروگراموں کو قانونی طور پر ناجائز قرار دینا چاہیے، اور اس پر سخت تعزیر کا قانون بنا کر سدِ باب کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسی کے ساتھ سرپرستوں کو بھی اپنے ماتحت افراد کو اس طرزِ عمل سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہیے، اور اہلِ علم حضرات کو بھی اپنی دینی ذمہ داری، اور فریضہ سمجھتے ہوئے منبر ومحراب اور رسائل وجرائد وغیرہ کے ذریعے، تحریری وزبانی طور پر ’’دامے، درہمے، سخنے‘‘ اس عمل سے نفرت دلانے کی تبلیغ وسعی میں حصہ دار بن کر اپنی دینی ذمہ داری کو ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس وباء سے تمام انسانوں کو نجات عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط12، آیت نمبر33 تا37)

مفتی محمد رضوان

مریم بنتِ عمران کی ولادت اور اُن کی کفالت

اِنَّ اللّٰـهَ اصۡطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ (33)
ذُرِّيَّةً بَعۡضُهَا مِنۡ بَعۡضٍ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (34) اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ
رَبِّ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِىۡ بَطۡنِىۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّىۡ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ
الۡعَلِيۡمُ (35) فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ وَضَعۡتُهَآ اُنۡثٰى وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا
وَضَعَتۡ وَلَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى وَاِنِّىۡ سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ وَاِنِّىۡۤ اُعِيۡذُهَا بِكَ
وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ (36) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا
حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ وَجَدَ عِنۡدَهَا
رِزۡقًا قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ
يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ (37) (سورة البقرة، رقم الآيات ٣٣ الى ٣٧)

ترجمہ: بے شک اللہ نے منتخب فرمایا آدم کو، اور نوح کو، اور آلِ ابراہیم کو، اور آلِ عمران کو، تمام جہان والوں پر (33) ان میں بعض، بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ، سمیع ہے، علیم ہے (34) جب کہا عمران کی بیوی نے کہ اے میرے رب! بے شک میں نے نذر مان لی ہے تیرے لیے، اس (بچہ) کی، جو میرے پیٹ میں ہے (کہ وہ دنیا کے کاموں سے) آزاد کیا ہوا ہوگا، پس قبول فرمالیجیے آپ، میری طرف سے، بے شک تو ہی سمیع ہے، علیم ہے (35) پھر جب جنا اس (عمران کی بیوی) نے، اُس (لڑکی) کو، کہا اے میرے رب! بے شک میں نے جنا اس کو لڑکی، اور اللہ زیادہ علم رکھتا ہے، اس چیز کا، جو اس نے جنا، اور نہیں ہوتا لڑکا، لڑکی کی طرح، اور بے شک میں نے نام رکھ دیا اس کا مریم، اور بے شک میں پناہ میں دیتی ہوں، اس کو آپ کی، اور اس کی اولاد کو (بھی) شیطان مردود سے (36) پس قبول فرمالیا اس (مریم) کو، اس کے رب نے اچھے

طریقے سے قبول،اور بڑھوتری فرمائی اس (مریم) کی ،اچھے طریقے سے بڑھوتری، اورکفیل بنایا اس (مریم) کا زکریا کو،جب بھی داخل ہوتے ،اس (مریم) پر زکریا محراب میں، پاتے اس کے پاس رزق کو،کہا (زکریا نے) کہ اے مریم! کہاں سے (آتا ہے) تیرے پاس یہ(رزق) کہا اس (مریم) نے کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ رزق دیتا ہے،جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے(37)(سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح اور آلِ ابراہیم،اور آلِ عمران کو جہان والوں پر بطور نبی ہونے کے منتخب فرمایا۔

اور پھر دوسری آیت میں فرمایا کہ ان میں سے بعض،بعض کی اولاد ہیں،اور اللہ خوب سننے والا،اور جاننے والا ہے،مطلب یہ ہے کہ اللہ کو پوری طرح علم ہے کہ مذکورہ افراد، جہان والوں پر نبی ہونے کی حیثیت سے انتخاب کے قابل ہیں،اوران کے متعلق جو لوگ مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں،ان کو اللہ خوب سنتا بھی ہے۔

مذکورہ دونوں آیات سے اس طرف اشارہ ہوگیا کہ نبوت کے انتخاب کا اختیار، اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، یہ مقام ومنصب کسی کو اپنے اختیار سے حاصل نہیں ہوتا، اللہ اپنے علم کی روشنی میں جس کے لیے چاہے،اس مقام ومنصب کا انتخاب فرماتا ہے۔

ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ آدم علیہ السلام اوران کے بعد آنے والے مذکورہ افراد میں سے بعض،بعض کی اولاد تھے،سب کے سب ایک دوسرے کی اولاد نہیں تھے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جس طرح کسی نبی کی اولاد، یا اس کے والد کا نبی ہونا ضروری نہیں، اسی طرح اُن کا مومن ہونا بھی ضروری نہیں، چنانچہ تمام انسان حضرت آدم کی بالواسطہ اولاد ہیں، اسی وجہ سے وہ بنی آدم کہلاتے ہیں،اوران میں نبی وغیر نبی،مومن وغیر مومن سب ہی ہیں۔

البتہ بہت سے اہلِ تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی اولاد اور بطورِ خاص ان کے

www.idaraghufran.org

آباء واجداد کا مومن وموحد ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے وہ حضرت آدم علیہ السلام تک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد کو مومن وموحد قرار دیتے ہیں، اور ''آزر'' کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں، جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سورہ انعام میں ذکر کی جائے گی۔

پھر اس کے بعد اگلی تین آیات میں عمران کی بیوی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اور عمران کی بیوی دراصل، حضرت مریم کی والدہ ہیں۔

چنانچہ پہلی آیت میں عمران کی بیوی کے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بطن میں موجود بچے کے متعلق یہ نذر ومنت ماننے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے لیے آزاد ہوگا، یعنی وہ دنیا کے معاملات میں مشغول نہ ہوگا، بلکہ اللہ کے احکام، مثلاً بیت المقدس کی خدمت کے لیے پوری طرح فارغ اور آزاد ہوگا۔

نذر ومنت ماننے کے وقت عمران کی بیوی نے اللہ سے یہ بھی دعاء کی کہ آپ میری طرف سے اس بچہ کو قبول کر لیجیے، بے شک تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

''نَذَرْتُ لَکَ'' سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ''نذر'' جس کو اردو زبان میں ''منت'' کہا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوتی ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور اس میں دعاء کا عنصر پایا جاتا ہے، اور دعاء صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کی جاسکتی ہے، لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نذر ومنت ماننا جائز نہیں اور اسی لیے نذر ومنت، نیک کام کے لیے ہی مانی جاسکتی ہے، گناہ کے کام کی نذر ومنت ماننا جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلاَ يَعْصِهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٦٩٦، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فى الطاعة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت (وفرمانبرداری یعنی عبادت کے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس اطاعت (وعبادت

www.idaraghufran.org

کے کام) کو کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی (اور گناہ والے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہیئے کہ وہ اُس نافرمانی (یعنی گناہ کے کام) کو نہ کرے (بخاری)

آج کل بہت سے جاہل لوگ گناہ کے کاموں کی نذر ومنت مان لیتے ہیں، اور پھر اس کو پورا کرنے کا بھی بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اور بعض لوگ مہمل کاموں کی منت مان لیتے ہیں، اس طرح کی باتیں جہالت اور لاعلمی سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر اس کے بعد اگلی آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب عمران کی بیوی کے مریم علیہا السلام کی شکل میں لڑکی پیدا ہوئی، تو عمران کی بیوی نے بطورِ تعجب کے کہا کہ اے میرے رب! میری تو لڑکی پیدا ہوگئی، جبکہ ان کے ذہن میں پہلے سے لڑکا تھا، اور وہ لڑکے کو ہی دین کی خدمت اور بطورِ خاص بیت المقدس کی خدمت کے لیے زیادہ موزوں سمجھتی تھیں، اور اللہ کو لڑکی پیدا ہونے کا پوری طرح علم تھا، بلکہ لڑکی کی ولادت، اللہ ہی کے حکم سے ہوئی تھی، اور اللہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ''لڑکے'' کی حیثیت ''لڑکی'' کی طرح نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ لڑکے کے بجائے، لڑکی کو عطاء کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو لڑکے کی خواہش ہو، لیکن لڑکی کی ولادت ہو جائے، تو اس میں بھی اللہ کی حکمت ومصلحت سمجھنا چاہیے اور اس پر ناخوش نہیں ہونا چاہیے۔

بہر حال عمران کی بیوی نے اپنی لڑکی کا نام ''مریم'' رکھ دیا، اور اللہ سے یہ دعاء بھی کی کہ بے شک میں پناہ میں دیتی ہوں، اس کو آپ کی، اور اس کی اولاد کو (بھی) شیطان مردود سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (بخاری، رقم الحدیث ۴۱۸۴، کتاب تفسیر القرآن)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بچہ بھی ایسا نہیں پیدا ہوتا کہ جس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کے ساتھ چھیڑ نہ کرتا ہو، اور وہ بچہ شیطان کی چھیڑ کرنے سے ہی آواز کرتا

اور چیختا ہے، مگر حضرت مریم اوران کے بیٹے (حضرت عیسیٰ شیطان کی چھیڑ سے محفوظ رہے) پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو، تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو:" وَإِنِّیْ أُعِيذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ "(بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعِهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ

(بخاری رقم الحديث ۳۰۴۴، کتاب بدء الخلق ، باب صفة ابليس وجنوده)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر بنی آدم کی پیدائش کے وقت شیطان اپنی انگلی سے اس کے پہلوؤں میں طعنہ مارتا ہے، سوائے عیسیٰ بن مریم کے کہ شیطان ان کے (پہلوؤں میں طعنہ نہیں مارسکا، بلکہ) حجاب میں طعنہ مار کر چلا گیا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی دعا کی برکت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، شیطان کی چھیڑ سے محفوظ رہے، اور شیطان کی رسائی صرف حجاب یعنی کپڑے تک ہی ہوسکی۔

مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کی ولادت کے بعد، جلد ہی اس کا نام رکھنا بھی جائز ہے، کیونکہ حضرت مریم کی والدہ نے ولادت کے بعد جلد ہی، ان کا نام "مریم" رکھ دیا تھا۔

بعض احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ولادت کے بعد جلد ہی بچے کا نام رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ(صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۳۱۵"۶۲")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات میرا بیٹا پیدا ہوا ہے، جس کا نام میں نے اپنے باپ "ابراہیم" کے نام پر رکھ دیا ہے (مسلم)

پھر اگلی آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ نے عمران کی بیوی کی دعاء کو ان کی بیٹی کے حق میں، بہت اچھے طریقے سے قبول فرمایا، اوران کی بیٹی، حضرت مریم کی بہت اچھے طریقے سے نشو ونما اور بڑھوتری فرمائی، اوران کی کفالت کا ذمہ دار زکریا علیہ السلام کو بنایا، جن کی بیوی حضرت مریم

کی خالہ تھیں۔

زکریا علیہ السلام کی بیوی، دراصل ’’مریم‘‘ کی والدہ کی بہن تھیں، اس حیثیت سے زکریا علیہ السلام، حضرت مریم کے ’’خالو‘‘ تھے، اسی وجہ سے احادیث میں حضرت مریم، اور حضرت یحییٰ (بن زکریا) کو خالہ زاد بہن بھائی بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی معراج سے متعلق ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّاءَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا، فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ (مسلم، رقم الحديث ١٦٢ "٢٥٩")

ترجمہ: پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا، پھر جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، کہا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ جبریل، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل نے کہا کہ محمد! کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہا کہ بے شک! ان کی طرف بھیجا گیا تھا، پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، تو میں نے وہاں خالہ کے دو بیٹوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما الصلاۃ والسلام کو دیکھا، انہوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے لیے خیر کی دعاء کی (مسلم)

اور حدیث میں ہے کہ:

’’ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ ‘‘ (صحيح البخارى، رقم الحديث: ٢٦٩٩، كتاب الصلح، باب: كيف يكتب هذا: ما صالح فلان بن فلان)

ترجمہ: ’’خالہ‘‘ ماں کے درجے میں ہوتی ہے (بخاری)

جب حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت مریم کے پاس حجرے میں جاتے، تو ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء کو موجود پاتے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ بغیر موسم کے

انگور وغیرہ کو پاتے، جیسا کہ آگے آتا ہے، ایک دن حضرت زکریا نے حضرت مریم سے معلوم کیا کہ یہ کھانے پینے کی چیزیں آپ کے پاس کہاں سے آتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ کی طرف سے آتی ہیں، بے شک اللہ، جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطاء فرماتا ہے، یعنی جس کو چاہتا ہے، اس کو اتنی زیادہ مقدار میں رزق عطاء فرمادیتا ہے، جس کا حساب کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کی کرامت کا بھی وجود ہے، جس میں اللہ کی طرف سے اُس کے نیک بندوں پر ایسی چیزوں کا ظہور ہوتا ہے، جو خلافِ عادت ہوتی ہیں، جیسا کہ حضرت مریم کے پاس، اللہ کی طرف سے رزق پہنچتا تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''کرامت'' میں اللہ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے، اسی لیے حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کرنے پر، حضرت مریم نے یہ جواب دیا کہ:

''هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ''　یعنی ''یہ اللہ کی طرف سے ہے''

اس میں کسی مخلوق کا عمل دخل نہیں، اصل اختیار اور قدرت، اللہ کی کارفرما ہے۔

لہٰذا کسی نیک بندے کی ''کرامت'' کو دیکھ کر، اللہ کے اختیار اور قدرت سے نظر ہٹا لینا، اور اس نیک بندے کو ہی صاحبِ اختیار اور صاحبِ قدرت سمجھ لینا درست نہیں، اسی وجہ سے حضرت مریم نے بعد میں یہ بھی فرمادیا کہ:

''اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ''

یعنی ''بے شک اللہ رزق دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے''

پس کسی نیک بندے کی کرامت کو دیکھ کر اس کو رازق وغیرہ سمجھ لینا، اور اس سے ہی رزق وغیرہ کو طلب کرنا، جائز نہیں۔

بلکہ ذرا گہرائی سے غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ نیک بندے کی ''کرامت'' دراصل اللہ کی قدرت اور اس کی صفاتِ عالیہ کا ایک مظہر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بندہ کے دل میں اللہ کی صفات کی اہمیت وعظمت میں اضافہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ وہ اللہ سے نظر ہٹا کر نعوذ باللہ تعالیٰ ان صفات کو مخلوق ہی کی طرف منسوب کرنے بیٹھ جائے۔

www.idaraghufran.org

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... معینُ المفتی
(2)... رَفْعُ التَّشْكِيْكِ عَنْ حِيْلَةِ التَّمْلِيْكِ
(3)... غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)... اَلْمَشَاكِلُ الْحَاضِرَةُ فِيْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)... تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)... مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... صبحِ صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... كشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)... اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة.
(4)... كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فی التقاويم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)... بِدَايَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِيْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)... منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)... جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر و قصر کا حکم
(5)... محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)... کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)... غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
(4)... رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)... قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)... خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)... محفلِ حُسنِ قراءت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)... مقدس اوراق کا حکم
(3)... قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)... جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات و آثار کے فضائل و احکام سے متعلق
13 علمی، فقہی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)... تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... تمباکو نوشی کے احکام
(2)... ضرورت و حاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)... حمد و نعت اور اس کی شرائط
(4)... نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)... انگور، کھجور و دیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)... بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)... دَف کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پانی و ڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)... نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)... حرمت و نجاست سے متعلق اصول
(4)... تحقیق مسحِ رقبۃ
(5)... نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)... نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)... خواتین کی امامت و جماعت کا شرعی حکم
(8)... بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃُ المسجد کا شرعی حکم
(9)... صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث و روایات کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 11

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... شفاعة فی الاٰخرة (اقسام و احکام)
(2)... اھلِ فترة وجاھلیة کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 12

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... احادیثِ ختمِ نبوت
(2)... شَفَاعَةُ النَّبِيِّ لِأَبَوَيِ النَّبِيِّ

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

”معراج“ سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث (قسط2)

معراج سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت ابنِ شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَجَ صَدْرِيْ، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِءٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِيْ صَدْرِيْ، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ، فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ: لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ، وَعَلٰى يَسَارِهٖ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهٖ بَكٰى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا آدَمُ، وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ، فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى حَتّٰى عَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ: فَفَتَحَ، — قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيْسَ،

www.idaraghufran.org

وَمُوسٰی، وَعِیسٰی، وَإِبْرَاهِیمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ، وَلَمْ یُثْبِتْ کَیْفَ مَنَازِلُهُمْ غَیْرَ أَنَّهُ ذَکَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَإِبْرَاهِیمَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ أَنَسٌ – فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِیلُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِیسَ قَالَ:مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ:هَذَا إِدْرِیسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسٰی فَقَالَ:مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ:مَنْ هَذَا؟ قَالَ:هَذَا مُوسٰی، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِیسٰی فَقَالَ:مَرْحَبًا بِالأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ:مَنْ هَذَا؟ قَالَ:هَذَا عِیسٰی، ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِیمَ، فَقَالَ:مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ:مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِیمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ:فَأَخْبَرَنِی ابْنُ حَزْمٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا حَبَّةَ الأَنْصَارِیَّ، کَانَا یَقُولاَنِ:قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:ثُمَّ عُرِجَ بِی حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی أَسْمَعُ فِیهِ صَرِیفَ الأَقْلاَمِ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِکٍ:قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی أُمَّتِی خَمْسِینَ صَلاَةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِکَ، حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی، فَقَالَ:مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَکَ عَلٰی أُمَّتِکَ؟ قُلْتُ:فَرَضَ خَمْسِینَ صَلاَةً، قَالَ:فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّکَ، فَإِنَّ أُمَّتَکَ لاَ تُطِیقُ ذٰلِکَ، فَرَاجَعْتُ، فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوسٰی، قُلْتُ:وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ:رَاجِعْ رَبَّکَ، فَإِنَّ أُمَّتَکَ لاَ تُطِیقُ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَیْهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلٰی رَبِّکَ، فَإِنَّ أُمَّتَکَ لاَ تُطِیقُ ذٰلِکَ، فَرَاجَعْتُهُ، فَقَالَ:هِیَ خَمْسٌ، وَهِیَ خَمْسُونَ، لاَ یُبَدَّلُ القَوْلُ لَدَیَّ، فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوسٰی، فَقَالَ:رَاجِعْ رَبَّکَ، فَقُلْتُ:اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَبِّی، ثُمَّ انْطَلَقَ بِی، حَتّٰی انْتَهٰی بِی إِلٰی سِدْرَةِ المُنْتَهٰی، وَغَشِیَهَا أَلْوَانٌ لاَ أَدْرِی مَا هِیَ؟ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الجَنَّةَ، فَإِذَا فِیهَا حَبَایِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا المِسْکُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۴۹)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی، اور جبریل صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئے، پھر میرے سینے کو چاک کیا، پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت لائے، جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر اس کو میرے سینے میں ڈال دیا، پھر اس کو برابر کر دیا۔

پھر مجھے ہاتھ سے پکڑا، اور مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا، پھر جب میں آسمانِ دنیا پر پہنچا، تو جبریل نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولیں، اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب میں کہا کہ یہ جبریل ہے، کہا گیا آپ کے ساتھ کوئی ہیں؟ جبریل نے کہا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہا کہ بے شک ان کی طرف بھیجا گیا تھا، پھر جب دروازہ کھلا، تو ہم آسمانِ دنیا پر پہنچ گئے، پھر میں نے وہاں ایک شخص کو بیٹھے دیکھا، جس کے دائیں جانب کچھ لوگ تھے، اور ان کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے، جب وہ اپنے داہنی جانب دیکھتے، تو ہنس دیتے اور جب بائیں جانب دیکھتے، تو رو دیتے، انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا کہ مرحبا! اے نیک نبی اور نیک بیٹے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم ہیں، اور ان کے دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں طرف جنت والے ہیں اور بائیں طرف جہنم والے، اسی لئے جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے ہیں، تو (خوشی کی وجہ سے) ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں، تو (رنج کی وجہ سے) روتے ہیں۔

پھر مجھے دوسرے آسمان پر پہنچایا گیا، تو جبریل نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولیں، داروغہ نے وہی سوال وجواب کیا، جو پہلے آسمان پر کیا تھا، اور دروازہ کھول دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہی ذکر کیا کہ انہوں نے آسمانوں پر آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم صلی اللہ علیہم وسلم کو پایا، لیکن

(اس روایت میں)ان کے مقامات کا ذکرنہیں کیا،سوائے اس کے کہ انہوں نے یہ ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام کو آسمانِ دنیا میں اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر پایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کرادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے،تو انہوں نے یہ فرمایا کہ نیک نبی کو اور نیک بھائی کو مرحبا ہو، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے فرمایا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی فرمایا کہ نیک نبی کو اور نیک بھائی کو مرحبا ہو، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے فرمایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی فرمایا کہ نیک نبی کو اور نیک بھائی کو مرحبا ہو، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے فرمایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی فرمایا کہ نیک نبی کو اور نیک بھائی کو مرحبا ہو، میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے فرمایا کہ یہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ابنِ شہاب نے فرمایا کہ مجھے ابنِ حزم نے خبر دی کہ ابنِ عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھے اوپر ہموار مقام پر لے جایا گیا، جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی۔

ابنِ حزم اور انس بن مالک نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ عزوجل نے میری امت پر پچاس نمازوں کو فرض کیا، پھر میں لوٹ کر آیا، یہاں تک کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا کہ پچاس نمازوں کو فرض کیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جایئے، کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی، پھر میں لوٹ کر گیا، تو آدھی نمازیں معاف کردی گئیں، پھر میں موسیٰ علیہ

www.idaraghufran.org

السلام کی طرف لوٹ کر آیا، اور میں نے کہا کہ آدھی نمازیں معاف کردی گئیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جایئے، کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی، پھر میں لوٹ کر گیا، تو مزید آدھی نمازیں معاف کردی گئیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آیا، پھرانہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی، پھر میں لوٹ کر گیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پانچ نمازیں ہیں، جو پچاس نمازوں کے برابر ہیں، میرے نزدیک قول تبدیل نہیں کیا جاتا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آیا، پھرانہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جایئے، میں نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے حیا آ گئی ہے۔

پھر جبریل مجھے لے کر چلے، یہاں تک کہ مجھے سدرۃُ المنتہٰی تک لے گئے، جس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ لیا، جن کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، پھر میں جنت میں داخل ہوا، تو اس میں موتیوں کی لڑیاں دیکھیں، اور جنت کی مٹی مشک کی تھی (بخاری)

معراج سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث

امام مسلم نے بھی ابنِ شہاب کی حضرت انس سے مروی اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور اس کا مضمون بھی صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث کے مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو: صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۶۳ ''۲۶۳'')

امام حاکم نے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے معراج سے متعلق کچھ چیزوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سنا، اور کچھ چیزوں کو مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے سنا، اور کچھ چیزوں کو حضرت ذر غفاری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سنا۔ [1]　　(جاری ہے............)

[1] قال الحاكم أبو عبد الله: قلت لشيخنا أبى عبد الله لم لم يخرجا هذا الحديث؟ قال: لأن أنس بن مالک لم يسمعه من النبى صلى الله عليه وسلم إنما سمعه من مالک بن صعصعة "، قال الحاكم: ثم نظرت فإذا الأحرف التى سمعها من مالک بن صعصعة غير هذه وليعلم طالب هذا العلم أن حديث المعراج قد سمع أنس بعضه من النبى صلى الله عليه وسلم وبعضه من أبى ذر الغفارى، وبعضه من مالک بن صعصعة غير هذه، وبعضه من أبى هريرة (مستدرک حاكم. تحت رقم الحديث ۲۷۲، كتاب الايمان، ج ۱ ص ۱۵۴)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

مساجد اور اسلامک سنٹر

(27-صفرالمظفر-1442ھ)

آج کل یورپ اور دوسرے غیر مسلم ممالک میں بھی الحمدللہ تعالیٰ، مساجد قائم ہیں، جہاں ان کو ''اسلامک سنٹر''(Islamic centre)اور''کمیونٹی سنٹر''(Community centre)وغیرہ جیسے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس طرح کے کئی ممالک میں قائم موجودہ دور کی مساجد کا عوامی سطح پر مفہوم وتصور، ہمارے یہاں کی مساجد سے تھوڑا مختلف اور وسیع ہے۔

چنانچہ وہاں کی مساجد میں نمازوں کے علاوہ، مسلمان اپنے کئی دوسرے قسم کے مذہبی اجتماعات اور پروگرام بھی منعقد کرتے ہیں، اور مسلمان خواتین بھی نماز وعبادت کے لیے وہاں بلانکیر حاضر ہوتی ہیں، اور بہت سی مساجد میں ماہِ رمضانُ المبارک میں سحری وافطاری کا بھی اس طرح اہتمام ہوتا ہے کہ بہت سی خواتین اپنے بچوں سمیت اپنی سحری وافطاری کا ساز وسامان لے کر آتی ہیں، اور اپنے چھوٹے بچوں کی ضروری اشیاء بھی ساتھ لاتی ہیں، وہاں بہت سی مساجد کے ساتھ، بچوں کے کھیلنے کودنے کے لیے پارک بھی ہوتے ہیں، اور روزمرہ کی ضروریات سے متعلق دوکانیں بھی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے وہاں پر خواتین اور بچوں وغیرہ کو زیادہ وقت گزارنا، مشکل محسوس نہیں ہوتا، اور ایسی صورت میں بچے، بچپن سے ہی مساجد سے مانوس ہوجاتے ہیں، اور اس قسم کی مساجد کے راستوں اور شاہراہوں پر واقع ہونے کی وجہ سے بہت سے مسافر، قیام وطعام کی ضروریات بھی یہیں رُک کر، اور سواریوں سے اتر کو پوری کرتے ہیں، ساتھ ہی نماز پڑھنے اور بچوں وغیرہ کی تفریح بھی ہوجاتی ہے، اور اس طرح طبیعت پر بار اور بوجھ بھی نہیں ہوتا، اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں

www.idaraghufran.org

کی بڑی تعداد، نمازوں کو ادا کر کے اپنے اہم فریضے سے سبکدوش ہو جاتی ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم بھی یہی ہے کہ مساجد کو مسلمانوں کا مرکز اور مرجع تصور کیا جائے، جس سے تمام مسلمان، کسی نہ کسی جہت سے وابستہ اور منسلک رہیں۔

لیکن ہمارے یہاں کے موجودہ ماحول میں عام طور پر، مساجد کا تصور بہت محدود ہو کر رہ گیا ہے، جہاں خواتین کی حاضری تو بہت بڑا فعلِ منکر شمار کیا جانے لگا ہے، خواہ حجاب وحیاء قائم رکھنے کے اسباب بھی مہیا کیوں نہ کر لیے جائیں، تب بھی خواتین کے مساجد میں حاضر ہونے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ سفر کی حالت میں اگر کسی خاتون کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آ جائے، تو اس کے لیے مساجد میں نماز وطہارت کے تقاضے پورے کرنا دشوار ہو جاتا ہے، اور اگر کسی ضرورت ومجبوری کے تحت، عورت مسجد میں داخل ہو جائے، تو اسے انکار ونکیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

دوسری طرف ہمارے یہاں مساجد میں عام طور پر بچوں کو ساتھ لانے کا عام معمول نہیں، اور اگر کوئی شخص مسجد میں اپنے ساتھ بچے کو لے آئے، تو اسے اجنبیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، گویا کہ تمام حاضرین کی نظریں اس بچے پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں کہ یہ بچہ کس کے ساتھ مسجد میں آیا ہے، اور اس کے سرپرست کو اگر زبان سے کچھ نہ کہا جائے، تو اس کو ذہنی طور پر معیوب اور بے ادب وغیرہ سمجھنے میں تو بخل سے کام نہیں لیا جاتا، پھر جب نماز کھڑی ہونے کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور صفیں قائم کی جانے لگتی ہیں، تو امام صاحب سمیت اکثر نمازیوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بچے کو اس کے سرپرست سے جدا کر کے بالکل پیچھے، کسی ایک طرف کنارے پر یا کونے میں کھڑا کیا جائے، اور اس مقصد کے لیے باقاعدہ اعلان بھی کیا جاتا ہے، اور بچے کو زوردار انداز اور گرج دار آواز میں تنبیہ اور وارننگ دی جاتی ہے کہ وہ بالغ لوگوں کی صفوں، بلکہ اپنے سرپرست سے بھی فوراً الگ اور جدا ہو جائے، جس کے نتیجے میں وہ بچہ سخت وحشت کا شکار ہو جاتا ہے، اور اس کے ذہن میں آئندہ کے لیے مساجد میں حاضر ہونے سے ایک وحشت اور خوف سا بیٹھ جاتا ہے۔

اس قسم کی حرکات وسکنات، دین کی بنیادی تعلیمات واحکامات سے ناواقفیت پر مبنی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خیرُ القرون کے زمانے میں، مساجد میں خواتین بھی حاضر ہوتی تھیں، اور ان کے ساتھ بچے بھی حاضر ہوتے تھے، ساتھ ہی خواتین اور بچوں کے لیے بعض ہدایات بھی دی جاتی تھیں، اور ان کو شرعی احکامات سے آگاہی بھی حاصل ہوتی تھی، جن میں مساجد کے احکام وآداب کا بھی ذکر ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ یہ چیزیں مساجد میں حاضر ہوکر بہتر طریقے پر معلوم کی جاسکتی ہیں، اور بہت سی چیزوں کا علم، دوسروں کے ساتھ رہ کر، اور دیکھ کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مساجد اور دینی مراکز سے دور بیٹھ کر، بطورِ خاص آج کے مادر پدر آزاد میڈیا کے سامنے بیٹھ کر، یہ چیزیں اور خود حجاب اور پردہ کے شرعی تقاضوں کا علم اور ان کی اہمیت کیسے معلوم کی جاسکتی ہے، اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب کچھ باہر سے ہوکر تیار مال مساجد میں آئے، لیکن یہ موجودہ ماحول میں بظاہر ”خیال است وجنون است، محال است“ معلوم ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ آپ بچوں کے رونے کی آواز سن کر، اس کی ماں کی وجہ سے، نماز کو ہلکی فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّيْ لَأَقُوْمُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمِّهِ

(صحيح البخاري، رقم الحديث ۷۰۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، اور لمبی نماز پڑھانا چاہتا ہوں، پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو میں اپنی نماز کو مختصر کردیتا ہوں، بچہ کی ماں پر شاق گزرنے کو ناپسند کرتے ہوئے (بخاری)

اور حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ، الَّتِيْ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ: مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا، فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا، بَعْدَ ذٰلِكَ نَصُوْمُهُ، وَنُصَوِّمُ

صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ (مسلم، رقم الحديث ١١٣٦ "١٣٦")

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے دن مدینہ کے اطراف میں انصار کی بستیوں کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ جس نے روزہ رکھنے کی حالت میں صبح کی،تو وہ روزہ پورا کرلے،اور جس نے روزہ نہیں رکھا،تو وہ باقی دن اسی حالت میں گزارے،پس اس کے بعد ہم دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے،اور اپنے بعض چھوٹے بچوں کو بھی،اگر اللہ چاہتا،تو روزہ رکھواتے تھے،اور ہم بچوں کو مسجد میں لے کر چلی جاتی تھیں،اور بچوں کے لیے روئی،اون کے کھلونے لے جاتے تھے،پھر جب کھانے کے لیے بچوں میں سے کوئی روتا،تو ہم اسے وہ کھیلنے کی چیز دے دیتے تھے،یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوجاتا تھا(مسلم)

اس قسم کی احادیث سے، جہاں خواتین کے نماز باجماعت میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے،اسی کے ساتھ بچوں کی شرکت کا بھی ثبوت ملتا ہے،اور اتنے چھوٹے بچوں کی شرکت کا ثبوت ملتا ہے،جو عین نماز کی حالت میں رو پڑتے تھے،اور اس بات کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں بھی نہ تو خواتین کو مساجد میں آنے سے منع فرمایا،اور نہ بچوں کو ساتھ لانے سے منع فرمایا، اور نہ ہی بچوں کے رونے پر تنبیہ فرمائی، بلکہ اس کے برعکس،نماز ہی میں تخفیف فرمائی۔

ہمیں مساجد کے احکام وآداب سے اختلاف نہیں،اور نہ ہی موجودہ دور میں خواتین کی طرف سے پیش آنے والے بے حجابی کے طرزِ عمل سے اختلاف ہے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے مقام اور درجے پر رکھنا ضروری ہے، جو چیز کسی دوسرے شریعت کے حکم کے تابع ہو،اس کو تابع ہی رکھنا چاہیے،اور جو چیز مستحب، یا آداب میں داخل ہو،اس کو مستحب، یا آداب کے درجے میں رکھنا چاہیے،اس کو فرض، یا واجب کا درجہ نہیں دینا چاہیے۔

اگر کسی کو اس مسئلے کی تفصیلی تحقیق اور دلائل مطلوب ہوں، تو اس کو ہماری مفصل ومدلل تالیف ''عورتوں کا مساجد میں آنا اور زیارتِ قبور'' کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

مقالات و مضامین

مولانا شعیب احمد

قرآن مجید کے پانچ حقوق

قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے جو ہم مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے نازل کی گئی۔ یہ کتاب ہر فرد کو دعوتِ غور و فکر اور درسِ تدبر دیتی ہے۔ خدا کی اس عظیم کتاب کے کچھ حقوق ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کی ادائیگی ہمارے لیے ضروری ہے۔ لیکن قرآن کے حقوق کی کامل ادائیگی تو دور کی بات ہے، آج بیشتر مسلمان قرآن مجید کے تمام حقوق کا علم ہی نہیں رکھتے۔ لہٰذا اولاً تو ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید کے حقوق سے آگاہی حاصل ہو اور ثانیاً قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کی جائے۔

قرآن مجید کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ اسے اللہ کی آخری کتاب تسلیم کیا جائے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ لیکن یہ ایمان رکھنا فقط زبانی کلامی حد تک نہ ہو بلکہ تصدیقِ قلب اور گہرے یقین پر مبنی ہو۔

قرآن مجید کا یہ پہلا حق زبانی اقرار کے طور پر تو ہم بحمد اللہ ادا کرتے ہیں لیکن تصدیقِ قلب کے حوالے سے اس باب میں یک گونہ خلا سا پایا جاتا ہے۔ جس کی دلیل قرآن مجید کے ساتھ بے اعتنائی اور عدمِ التفات کا وہ رویہ ہے جو آج ہماری اکثریت اپنائے ہوئے ہے۔ ہم قرآن مجید کا منزّل من اللہ ہونے کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں (اور یہ بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے) لیکن اس کتابِ ہدایت کو ہم وہ توجہ اور وقت نہیں دیتے جس کی وہ حقدار ہے۔

اپنے آپ سے ذرا پوچھیے کہ کیا قرآن کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے؟ کیا اس پر غور و فکر کرنے کی رغبت ہم اپنے اندر محسوس کرتے ہیں؟ کیا ہم نظامِ قرآن کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کے لیے فکر مند ہیں؟ ان سوالات کے جوابات اگر تو اثبات میں ہیں تو مقامِ صد شکر ہے۔ لیکن ان سوالوں کا جواب اگر نفی کی صورت میں ہے تو پھر بڑی تشویش کی بات ہے۔

لہٰذا قرآن مجید کا سب سے پہلا حق یہی ہے کہ اس کے کلامِ الٰہی اور کتابِ ہدایت ہونے کا گہرا

یقین پیدا کیا جائے۔اس کی عظمت، محبت اور عقیدت کے ساتھ ساتھ اس کی افادیت اور ضرورت کو بھی دل کی گہرائی میں بٹھانا ہوگا۔تبھی قرآن مجید کے باقی حقوق ادا کرنا ہمارے لیے آسان ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید کے باقی تمام حقوق اس پہلے حق سے ہی وابستہ ہیں۔ جب یہ صحیح معنوں میں ادا ہو گا تبھی قرآن مجید کے باقی حقوق کی طرف بھی توجہ ہو سکے گی۔

قرآن مجید کا دوسرا حق وہ ہے کہ جو ہمارے ہاں معروف ومشہور ہے یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اس کو پڑھنا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ:

" وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ" (سورة الكهف ، رقم الآية : ٢٧)

''اور آپ تلاوت کیجیے اس کی جو وحی کی گئی آپ کی طرف، آپ کے رب کی کتاب میں سے'' (کہف)

اسی طرح کا ایک فرمان دوسرے مقام پر یوں مذکور ہے:

" اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ " (سورة العنكبوت ، رقم الآية : ٤٥)

''آپ تلاوت کیجیے اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے'' (عنکبوت)

ان آیات میں اصلاً خطاب اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ہے۔لیکن بالواسطہ یہ حکم امت کو بھی ہے کہ وہ بھی تلاوتِ کلام کو اپنے معمول کا حصہ بنائیں۔ یہ قرآن مجید کا دوسرا حق ہے جو ہم پر لازم ہوتا ہے۔

لٰہذا اپنے روزمرہ کے معمولات میں قرآن مجید کی تلاوت کو ضرور شامل کیجیے۔رہے وہ افراد جو کسی وجہ سے بچپن میں قرآن صحیح پڑھنا سیکھ نہیں سکے وہ اب چاہے عمر کے جس حصے میں بھی ہوں اس کمی کی تلافی کرنے میں کسی قسم کی جھجک یا شرم کو آڑے نہ آنے دیں بلکہ قرآن کو صحیح پڑھنا اب بھی اگر انہوں نے سیکھ لیا تو خسارے کا سودا نہیں۔ نیز اپنے بچوں کے متعلق ابھی سے یہ طے کریں کہ انہیں قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کی معیاری تعلیم دِلوانی ہے۔تاکہ وہ قرآن مجید کے حقوق صحیح معنوں میں ادا کرسکیں۔ خدا کرے کہ اس باب میں ہمارا شمار ان افراد میں ہونے لگ جائے جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کی ہے کہ:

www.idaraghufran.org

”اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ“ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: ۱۲۱)

”وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کی تلاوت ایسے کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے“(بقرہ)

قرآن مجید کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے مفہوم، پیغام اور تعلیمات کو سمجھا جائے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”کِتَابٌ أَنْزَلْنَاہُ إِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْا آیَاتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ أُوْلُو الْأَلْبَابِ“ (سورۃ ص، رقم الآیۃ: ۲۹)

”یہ بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔ تاکہ وہ (لوگ) اس کی آیات پر غوروفکر کریں اور عقلمند (اس سے) نصیحت حاصل کریں“(ص)

یہ قرآن میرے اور آپ کے لیے ہی اتارا گیا ہے۔ ہم اپنے اندر جستجو پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کیا فرمایا ہے اور وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ لیکن افسوس کہ ہماری اکثریت نے قرآن کو سمجھنے اور اس پر غوروفکر کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ قرآن کے ساتھ ہمارے رویہ کی مثال ایک قصہ سے خوب واضح ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ قصہ آپ میں سے بیشتر حضرات نے سُن رکھا ہو۔

کسی پسماندہ علاقے میں ایک اَن پڑھ بڑھیا رہتی تھی۔ اس کا بیٹا بیرونِ ملک سے ہر ماہ اسے ایک لفافہ بھیجا کرتا تھا۔ ناخواندہ بڑھیا خوشی سے وہ لفافہ کھولتی اور کاغذ نکال کر محبت سے اسے چومتی اور آنکھوں سے لگاتی کہ میرے بیٹے کا خط آیا ہے اور پھر اسے سنبھال کر الماری میں رکھ دیتی۔ اگلے ماہ پھر جب لفافہ آتا تو وہ یہی عمل دہراتی اور اسے حفاظت سے رکھ دیتی۔ غربت وافلاس اور کسمپرسی کی حالت میں اس بڑھیا کی زندگی گزرتی رہی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی وفات کے بعد میراث کی تقسیم کے وقت لوگوں نے باقی سامان کے ساتھ وہ لفافے بھی نکال کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ ان میں خط نہیں بلکہ چیک (Cheque) تھے۔ بیٹا بیرونِ ملک سے اپنی ماں کے ساتھ مالی تعاون اور امداد کررہا تھا۔ لیکن وہ بڑھیا اپنی لاعلمی اور بے خبری کی وجہ سے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھاسکی۔

کچھ اسی طرح کا معاملہ ہمارا آج قرآن کے ساتھ ہے کہ عقیدت ومحبت کے ساتھ چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں اور الماری کی زینت بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ہاں کبھی کبھار بنا سمجھے تلاوت بھی کرلیا کرتے ہیں۔لیکن اس سے آگے بڑھ کر کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس میں خدا نے ہمارے لیے کیا کچھ اَسرار ورموز اور فوائد ومنافع چھپا رکھے ہیں کہ جن پر عمل کرکے ہم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایک شکوہ کے انداز میں فرماتے ہیں کہ:

" أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا " (سورة محمد ، رقم الآية : ٢٤)

''کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں''(محمد)

قرآن مجید میں غور وفکر اور تدبر کی کمی کی ایک وجہ شاید ہمارا یہ خیال ہو کہ قرآن میں فقط احکامات و قوانین ہیں جن کی ضرورت فقط علماء، طلباء اور محققین کو ہی ہوسکتی ہے اور اس میں کوئی دورائے بھی نہیں کہ قرآن میں بہت سے احکامات وقوانین ہیں۔لیکن قرآن میں احکامات وقوانین کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے جو ہر انسان کے لیے نافع اور مفید بلکہ روحانی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ قرآن میں انسان کی ہدایت، راہنمائی، شفا اور تسلی کا بہت سا سامان موجود ہے۔قرآن میں نصیحت، عبرت اور قصص بھی بیان ہوئے ہیں۔قرآن لغت، تاریخ، فلکیات اور میڈیکل سائنس کی باتیں بھی بتلاتا ہے۔قرآن انسان کا ماضی اور مستقبل بھی واضح کرتا ہے اور قرآن اس کے علاوہ بھی بہت کچھ دلچسپ پیرائے میں بیان کرتا ہے۔لیکن یہ ساری تفصیلات قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے سے ہی انسان کو معلوم ہوسکتی ہیں۔جب تک آدمی شوق، لگن، رغبت اور دلی وابستگی کے ساتھ قرآن کو نہ پڑھے، قرآن صحیح معنوں میں اس پر نہیں کھلتا۔علامہ اقبال مرحوم کی سنیے کیا فرماتے ہیں ؂

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

امام رازی رحمہ اللہ ایک بہت بڑے مفسر گزرے ہیں جنہوں نے''**التفسیر الکبیر**'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور کمال لکھی۔اسی طرح''**الکشاف**'' بھی تفسیر کی ایک بہترین کتاب

ہے جو ایک دوسرے مفسر علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ جب تک آدمی گہرے قلبی تعلق، سچی طلب اور لگن سے قرآن مجید کو نہیں پڑھتا، اس وقت تک امام رازی اور علامہ زمخشری بھی اسے قرآن کے اسرار و رموز سمجھانے میں معاون نہیں ہو سکتے۔ خود علامہ اقبال رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ تلاوت کرتا دیکھ کر ان کے والد نے اُن سے کہا تھا کہ:

"دیکھو جب تم کلامِ پاک پڑھا کرو تو اس شعور اور احساس کے ساتھ پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ خود براہِ راست تم ہی سے ہم کلام اور تم ہی سے مخاطب ہیں۔ جب تم یہ سمجھ کر پڑھو گے تو اس تلاوتِ قرآن کا جو اثر پیدا ہوگا، وہ عام مطالعہ سے پیدا نہیں ہوسکتا" (محاضرات قرآنی از ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص:۳۹، مطبوعہ: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، سنِ اشاعت: ۲۰۰۹ء)

اس لیے قرآن کو سمجھ کر پڑھنا لازم ہے تا کہ انسان جان سکے کہ خدا مجھ سے کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے دروسِ قرآن میں شرکت کر کے قرآن فہمی کا ذوق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کتبِ تفاسیر کے مطالعہ سے بھی قرآن کو سمجھنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ عربی زبان کا کوئی کورس کر کے براہِ راست بھی مطالعۂ قرآن کا لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ الغرض ہر آدمی خود اپنے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوچ بچار اور مشاورت سے قرآن فہمی کا کوئی ذریعہ اپنے لیے منتخب کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کا چوتھا حق جو ہر مسلمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کی بتلائی ہوئی باتوں اور احکامات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ قرآن مجید کا یہ حق درحقیقت سب سے بڑا حق ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پہلے تین حقوق یعنی ماننا، پڑھنا اور سمجھنا بھی اسی لیے مطلوب ہیں کہ قرآن پر عمل کرنا ممکن ہو سکے۔ لہٰذا احکاماتِ قرآن کو انفرادی دائرۂ زندگی میں اور حسبِ استطاعت اجتماعی سطح پر بھی نافذ کیا جائے تا کہ قرآن کا یہ حق بھی ادا ہو سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کی بھی پوری سعی اور اہتمام کیا کرتے تھے۔ بلکہ اُن ہستیوں کے بارے میں تو یہاں تک بھی منقول ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیاتِ کریمہ پڑھ لیتے تو اس وقت تک آگے نہ بڑھتے

www.idaraghufran.org

تھے جب تک کہ اُن آیات پر عمل پیرا نہ ہو لیتے۔ [1]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طریقہ میں ہمارے لیے یہ درس ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالیں۔جیسا کہ ان حضرات نے اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا۔

قرآن مجید کا آخری حق جو ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کے پیغام اور تعلیمات کو آگے دیگر لوگوں اور انسانیت تک پہنچایا جائے۔ یہ ذمہ داری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سونپ کر گئے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

" بَـلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً " (صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٣٤٦١ ، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب ما ذكر عن بنى إسرائيل)

"میری جانب سے (تعلیمات) پہنچا دو چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو"(بخاری)

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو زریں نصیحتیں ارشاد فرمائیں انہی میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ:

" فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ " (صحيح البخارى ، رقم الحديث : ١٧٣٩ ، كتاب الحج ، باب الخطبة أيام منى)

"پس جو لوگ حاضر ہیں انہیں چاہیے کہ غائبین تک (میری تعلیمات) پہنچا دیں"(بخاری)

پس قرآن مجید کا آخری حق ہم پر یہ لازم ہوتا ہے کہ اس کی ہدایات اور احکامات کو حسبِ استطاعت دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔تاکہ اس کا پیغام اور تعلیمات دنیا میں عام ہو سکے۔

آج مسلم امت مادی اسباب و وسائل کی فراوانی اور افرادی قوت کے باوجود جن مختلف مسائل اور مشکلات کا شکار ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب اللہ کی کتاب سے بے اعتنائی اور عدمِ التفات کا رویہ ہے۔مسلمانوں کے مرضِ زوال کا یہ سبب دو نامور اہلِ علم اور صاحبِ بصیرت ہستیوں کا بیان کردہ ہے۔پہلی ہستی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ہیں۔ جب وہ مالٹا کی چار سالہ قید سے رہائی کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے تو ایک رات علماء کے مجمع سے فرمانے لگے:

[1] ملاحظہ ہو:الاتقان للسيوطی ، ج : ۴ ص : ۲۰۲ ، النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر وآدابه.

www.idaraghufran.org

’’میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک اُن کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی‘‘ (جواہرُ الفقہ، ج:۱ ص:۴۳۷، کتابُ الایمان والعقائد، باب: اختلافِ امت پر ایک نظر اور مسلمانوں کے لیے راہِ عمل، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، سنِ اشاعت: نومبر ۲۰۱۰ء)

دوسری ہستی علامہ اقبال رحمہ اللہ کی ہیں۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی

ترجمہ: ’’اے مسلمان! تیری ذلت کا اصل سبب یہ ہے کہ تو نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور شکوہ و شکایت زمانے کی گردش کی کرنے لگا ہے‘‘

پس ہمارے دینی و دنیاوی دونوں قسم کی مشکلات اور پریشانیوں کا حل یہی ہے کہ ہم قرآن کی طرف پلٹیں اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی فکر اپنے اندر بیدار کریں۔

www.idaraghufran.org

بسلسلہ: تاریخی معلومات — مولانا طارق محمود

ماہِ ذوالحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۰۳ھ: میں حضرت زین الدین عبدالقادر بن محمد بن منصور بن جماعۃ صفدی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۴۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۰۶ھ: میں حضرت زین الدین علامہ حامد بن عبداللہ عجمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ لتقی الدین الغزی، ص ۲۱۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۰۷ھ: میں حضرت محمد بن ابراہیم بن علی بن محمد بن ابی السعود محمد بن حسین بن علی بن احمد بن عطیہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۲، ص ۸۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۰۹ھ: میں حضرت شیخ یاسین شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۳۱۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۱۲ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عسکری حنبلی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۱۵۱)

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۱۵۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۱۸ھ: میں حضرت علی بن محمد بن عیسیٰ بن یوسف بن محمد اشمونی قاہری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۱، ص ۴۹۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۲۲ھ: میں حضرت شیخ خاصۃ بن خضر بن کدن بن خیر الدین صالحی مکی امیتھوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج ۴، ص ۳۳۵)

......ماہِ ذی الحجہ ۹۲۴ھ: میں حضرت احمد بن عبدالقادری نعیمی شافعی دمشقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۳، ص ۱۰۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۲۶ھ: میں حضرت حسین بن حسن بن محمد جباوی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۱۸۸)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۲۶ھ: میں حضرت شرف الدین موسیٰ بن عجمیۃ دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۳۱۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۳۰ھ: میں حضرت شیخ حسام الدین محمد غیاث معین چشتی مانکپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج ۴، ص ۳۳۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۳۳ھ: میں حضرت علاء الدین علی بن سلطان حورانی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۷۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۳۵ھ: میں حضرت عبدالجلیل بن ابی الخیر محمد زرخونی مصری دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۱۵۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۳۶ھ: میں حضرت محبّ الدین ابوبکر بن عبدالجلیل القواس شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۹۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۴۰ھ: میں حضرت صوفی ابراہیم عجمی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۸۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۴۰ھ: میں شیخ عبدالقادر بن ابی بکر بن ابراہیم بن منجک دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۱۷۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۴۳ھ: میں حضرت شیخ اسماعیل سروانی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۱۲۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۴۸ھ: میں حضرت ابوالوفاء قاسم بن خلیفہ بن احمد بن محمد حلبی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۲۳۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۵۰ھ: میں حضرت شیخ نظام الدین بن شرف الدین بن غیاث الدین حسینی مندوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج ۴، ص ۴۳۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۵۰ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن حمزہ قلعی حلبی حنفی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲، ص ۱۰۷)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط1)

فقہ کے معنیٰ ہیں دین میں گہری سمجھ بوجھ رکھنا، اور اصطلاح میں اس کے معنیٰ ''احکام شریعت کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننے'' کے ہیں، فقہ میں مہارت پیدا کرنا امت پر فرضِ کفایہ ہے، اور ہر دور میں ایسے ماہر علماء وفقہاء کا وجود نا گزیر رہا ہے، جو ضرورت کے وقت امت کی دینی وشرعی رہنمائی کر سکیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ''تفقه فی الدین'' کی ضرورت افادیت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورة التوبة، رقم الآية ١٢٢)

ترجمہ: سو ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ نکلا کرے، جو دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے، اور اس طرح وہ متنبہ کریں اپنی قوم کو، جب وہ واپس لوٹیں ان کی طرف، اور تا کہ وہ گناہوں سے بچ کر رہیں (توبہ)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (بخاری، رقم الحديث ٧١)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتے ہیں (بخاری)

تو معلوم ہوا کہ ''تفقه فی الدین'' ایک عظیم نعمت ہے، اسی وجہ سے علمائے کرام نے فرمایا کہ تحصیلِ فقہ اور اس کی نشر واشاعت میں مشغول ہونا افضل ترین عبادت، اور باعثِ عزت وشرافت ہے، اور ایک عالم کی فضیلت ایک عبادت پر ایسی ہے، جیسے چاند کو تمام ستاروں پر حاصل ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ: بیشک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں، جو وراثت میں دینار و درہم نہیں

چھوڑتے ، بلکہ وہ تو وراثت میں علم چھوڑ کر جاتے ہیں،سو جو اسے حاصل کر لیتا ہے وہ اس کا بہت سا حصہ حاصل کر لیتا ہے(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۸۲)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے کرام،انبیائے کرام کے وارثین ہوتے ہیں،اورانبیائے کرام کے بعد امت کے روحانی طبیب بھی ہیں۔

چونکہ فقہ دیگر علوم تک رسائی کا ذریعہ ہے، اس لیے قرآن و حدیث میں فقہ کی خصوصی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے، فقہ وفتاوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی موجود تھا، اوراسی طرح صحابۂ کرام،تابعین، تبع تابعین اورآج تک امت میں چلا آرہا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کو جب کوئی مسئلہ درپیش آتا،تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا کرتے تھے،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عام صحابہ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی حکم معلوم کرنا ہوتا،تو وہ کِبار فقہاء صحابہ سے تحقیق کرتے ہیں۔ان فقہاء صحابہ میں سات فقہاء صحابہ ایسے ہیں،جن کو فقہ و فتاویٰ میں مرجعیت کا مقام حاصل ہوا،ان کے نام درجِ ذیل ہیں:

(1)......حضرت عمر بن خطاب (2)......حضرت علی بن ابی طالب (3)......حضرت عبداللہ بن مسعود(4)......حضرت عائشہ صدیقہ(5)......حضرت زید بن ثابت(6)...... حضرت عبداللہ بن عباس(7)......حضرت عبداللہ بن عمر۔رضی اللہ عنھم اجمعین۔

علم اوراہلِ علم حضرات کی قدرومنزلت

اللہ تعالیٰ نے بہت ہی محکم اور مضبوط انداز میں اس کائنات کو پیدا فرمایا ہے،اور پھراس کائنات میں انسان و جنات کی خلقت فرمائی، اوران کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ جاری فرمایا، انسانوں کی رہنمائی و ہدایت کے لیے رسولوں کی آمد کا یہ سلسلہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔

تو رب تعالیٰ نے انبیائے کرام کے اس مقصد کی انجام دہی اور تکمیل کے لیے علمائے کرام کی جماعت کو تیار فرمایا،اور یہ ذمہ داری اس امتِ محمدیہ کے رجالِ کار کو سونپ دی گئی۔

اوراس ذمہ داری کو تفویض فرماتے ہوئے،قرآن مجید میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا کہ:

ترجمہ:اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو، جو خیر کی طرف بلائے،اور نیکی کا حکم کرے،
اور برائی سے روکے،اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۴)

اور پھر فرمایا کہ:

ترجمہ:تم بہترین امت ہو، جو نکالے گئے ہو لوگوں کے لیے، نیکی کا حکم کرتے ہو، اور
برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو (سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ ۱۱۰)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور خیر کے کاموں کی طرف بلانا اس امت کی اور بطورِ خاص علماء کی اولین ترجیحات اور ذمہ داریوں میں سے ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد علمائے کرام حقیقی معنوں میں سماج ومعاشرہ کی اصلاح کے اولین ذمہ دار اور انسانیت کے حقیقی خیر خواہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کاندھوں پر عوام کی اصلاح اور ان کو سیدھی راہ دکھانے کی ذمہ داری رکھی ہے، اور کتاب وسنت کی توضیح وتفسیر اور دعوت وارشاد کا فریضہ عائد کیا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ یہی لوگ حقیقی معنوں میں خوف کھاتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

ترجمہ: بے شک ڈرتے ہیں اللہ سے، اس کے بندوں میں سے علماء (سورہ فاطر، آیت ۲۸)

بلکہ اس بات کی بھی خوب کھول کر وضاحت فرمادی گئی کہ عالم اور جاہل بہرصورت برابر نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

ترجمہ: کہہ دیجیے، بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں، اور جو لوگ علم نہیں رکھتے، دونوں برابر ہوسکتے
ہیں؟ بے شک نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں، جو عقل والے ہیں (سورہ زمر، رقم الآیۃ ۹)

مذکورہ آیات اور متعدد احادیثِ مبارکہ کی ورق گردانی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علمائے کرام کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند وبالا ہے، اور باری تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کے حق میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ذریعہ یہ بشارت سنادی گئی کہ:

”اللہ جس کے حق میں خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اسے ”تفقہ فی الدین“ (یعنی علمِ شرعی کے
حصول) کی نعمت عطا فرمادیتا ہے“۔

صرف یہی نہیں، بلکہ احادیث میں یہ مضمون بھی وارد ہوا کہ ایک عالم جتنے انسانوں کو علم سکھاتا ہے،

اس کی وفات کے بعد بھی اس کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ: جب انسان مر جاتا ہے، تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے (جن کا اجر اس کے مرنے کے بعد بھی جاری ہے) ایک صدقۂ جاریہ، دوسرے ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو، اور تیسرے نیک صالح اولاد، جو اس کے لیے دعا کرے (مسلم، رقم الحدیث ۱۶۳۱ "۱۴")

غرضیکہ علمائے کرام کی قدر و منزلت، ان کی رفعتِ شان کے بیان سے کتاب وسنت کے مضامین بھرپور ہیں، جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین واسلام کے داعیین و مبلغین اور اسی طرح وہ لوگ جو تحصیلِ علم کے لیے خود کو مصروف کیے ہوئے ہیں، کے لیے خصوصی فضائل بیان کیے گئے ہیں، ان کی قدر و منزلت، اور عظمت و رفعت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک لمبی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ترجمہ: جو شخص طلبِ علم کے لئے کسی راستے میں چلتا ہے، اللہ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے، اور فرشتے اس طالبِ علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، اور عالم کے لئے زمین وآسمان کی ساری مخلوقات بخشش کی دعائیں کرتی ہیں، یہاں تک کے پانی کے اندر موجود مچھلیاں بھی، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے چاند کی دوسرے ستاروں پر، بیشک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں، جو وراثت میں دینار ودرہم نہیں چھوڑتے، بلکہ وہ تو وراثت میں علم چھوڑ کر جاتے ہیں، سو جو اسے حاصل کر لیتا ہے وہ اس کا بہت سا حصہ حاصل کر لیتا ہے (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۸۲)

مذکورہ حدیث سے علماء اور وہ لوگ جو تحصیلِ علم کے لیے کوشاں ہوں، ان کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی جہاں امت کے ان رجال کی عظمت اور جلالتِ شان کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے، وہاں ان پر تحصیلِ علم اور اس کی نشر واشاعت سے متعلق بھی بھاری ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط53) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے دوسرے خلیفہ ٔراشد ہیں ۔ان کا دورِ حکومت خلافت راشدہ کا دور تھا، جو کہ نبوی منہج پر قائم تھا۔انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں بہت سی انتظامی چیزیں ایسی شامل کیں، جو پہلے موجود نہ تھیں ۔البتہ حکومت کے اصول اور اساس اسی پر قائم رہیں ،جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں ۔اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رہیں ۔سب سے پہلے اس اساس اور ان اصولوں کا ذکر کیا جاتا ہے،جن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کو جاری رکھا۔

شورائیت

خلافت جو کہ نبوی طرز پر ہو،اس کا پہلا اصول اور اساس یہ ہے کہ اس کی بنیاد شوریٰ پر ہو۔خلیفہ ٔ وقت روزمرہ پیش آنے والے انتظامی امور میں لوگوں کی رائے کو شاملِ حال رکھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں شوریٰ کسی بھی معاملے کی اساس ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خاص مقرب بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ(سورة الشوریٰ رقم الآية ٣٨)

ترجمہ:اور جنہوں نے اپنے رب کی بات کو مانا،اور نماز کو قائم کیا،اور ان کا معاملہ ان کی شوریٰ کے مابین رہتا ہے۔اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے،اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں (شوریٰ)

یعنی وہ لوگ نئے پیش آنے والے مسائل وحالات میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں،اور

اپنی رائے دوسروں کے مشورے کے علاوہ تنہا قائم نہیں کرتے ،اور نہ ہی کسی کام میں جلد بازی کرتے ہیں۔ [1]

اور قرآن میں ہی اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ(سورة آل عمران رقم الآية ۱۵۹)

ترجمہ:اللہ ہی کی رحمت تھی جس کی وجہ سے آپ نے ان سے نرمی کا برتاؤ کیا۔اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ آپ کے آس پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔لہٰذا آپ انہیں معاف کر دیجیے اور ان کے لیے مغفرت کی دعاء کیجیے۔اور ان سے اہم معاملات میں مشورہ لیجیے، پھر جب آپ کسی چیز کا عزم کریں تو اللہ پر توکل کریں۔یقیناً اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(آل عمران)

یعنی صحابۂ کرام سے اہم پیش آمدہ معاملات، جیسے جنگ اور دیگر امور وغیرہ میں مشورہ کیجیے۔ [2]

اور احادیث وروایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] وَأَمْرُهُمْ شُورى بَيْنَهُمْ يعنى يتشاورون فيما يبدو لهم ولا يعجلون ولا ينفردون برأى ما لم يجتمعوا عليه قيل .ما تشاور قوم إلا هدوا إلى أرشد أمرهم(تفسير الخازن ج۴ص ۱۰۲ شورة الشورىٰ تحت رقم الآية ۴۲)

وقوله تعالى:والذين استجابوا لربهم وأقاموا الصلاة وأمرهم شورى بينهم {يدل على جلالة موقع المشورة لذكره لها مع الإيمان، وإقامة الصلاة، ويدل على أنا مأمورون بها .(أحكام القرآن للجصاص ج۳ص ۵۱۰ ومن سورة النور)

[2] وأمرهم شورى بينهم أى لا يبرمون أمرا حتى يتشاوروا فيه ليتساعدوا بآرائهم فى مثل الحروب وما جرى مجراها كما قال تبارك وتعالى: وشاورهم فى الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله[آل عمران: 159] الآية ولهذا كان عليه السلام يشاورهم فى الحروب ونحوها ليطيب بذلك قلوبهم وهكذا لما حضرت عمر بن الخطاب رضى الله عنه الوفاة حين طعن جعل الأمر بعده شورى فى ستة نفر وهم عثمان وعلى وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمن بن عوف رضى الله عنهم أجمعين فاجتمع رأى الصحابة كلهم رضى الله عنهم على تقديم عثمان عليهم رضى الله عنهم ومما رزقناهم ينفقون وذلك بالإحسان إلى خلق الله الأقرب إليهم منهم فالأقرب.(تفسير ابن كثير ج۷ص ۱۹۳ سورة الشورىٰ تحت رقم الآية ۴۲)

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ مُشَاوَرَةً لِأَصْحَابِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (السنن الكبرى للبيهقي ج۷ ص۷۳ رقم الحديث ۱۳۳۰۳ كتاب النكاح، باب ما أمره الله تعالى به من المشورة، فقال: وشاورهم في الأمر) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا (السنن الکبریٰ)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے مختلف امور میں بہت زیادہ مشورہ کیا کرتے تھے۔ بعض حضرات کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی وجہ سے آپ کو مشورہ کرنے کی ضرورت تو نہ تھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے مشورہ کرنے کا مقصد اپنے بعد میں آنے والے حُکام کے لیے طریقہ جاری کرنا تھا۔ [2]

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: حديث صحيح (حاشية صحيح ابن حبان تحت رقم الحديث ۴۸۷۲)

[2] بعض حضرات کی اگرچہ مذکورہ رائے ہے، مگر بندہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہونے کی حیثیت سے صحابہ سے مشورہ کیا کرتے تھے، اور بشر ہونے کی ہی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کرنے سے مستغنی نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشورہ کے بعد مجوزہ رائے کی بعد میں وحی کے ذریعے تصویب فرمائی گئی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نئے پیش آمدہ امور میں بشر ہونے کی حیثیت سے مشورہ سے مستغنی نہ تھے، البتہ نبی ہونے کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی وحی کے ذریعہ تصویب فرمادی جاتی تھی۔ (محمد ریحان)

قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي رِوَايَةِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ الْحَسَنُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُشَاوَرَتِهِمْ لَغَنِيًّا، وَلَكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَسْتَنَّ بِذَلِكَ الْحُكَّامُ بَعْدَهُ (مرفة السنن والآثار للبيهقي ج۱۴ ص۲۲۸ رقم الحديث ۱۹۷۵۵ كتاب أدب القاضي، مشاورة القاضي)

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا لُوَيْنٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى } "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ] {آل عمران: 159 [قَالَ: وَاللَّهِ مَا كَانَ يَحْتَاجُ إِلَيْهِمْ، وَلَكِنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْتَنَّ بِهِ مَنْ بَعْدَهُ (مرفة السنن والآثار للبيهقي ج۱۴ ص۲۲۸ رقم الحديث ۱۹۷۵۶ كتاب أدب القاضي، مشاورة القاضي)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ: مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا نَبِيَّ اللهِ، هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ، أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ، فَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ قُلْتُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ، وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا، فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دیگر اہم اور پیش آمدہ مسائل جیسے واقعہ افک وغیرہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کا ذکر آتا ہے۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو اپنایا، اور باہم ایک دوسرے کی مشاورت سے مباح اور انتظامی امور طے کیے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَشَاوَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَالْخُرُوجِ، فَرَأَوْا لَهُ الْخُرُوجَ، فَلَمَّا لَبِسَ لَأْمَتَهُ وَعَزَمَ قَالُوا: أَقِمْ، فَلَمْ يَمِلْ إِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ، وَقَالَ: لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ يَلْبَسُ لَأْمَتَهُ فَيَضَعُهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ وَشَاوَرَ عَلِيًّا، وَأُسَامَةَ فِيمَا رَمَى بِهِ أَهْلُ الْإِفْكِ عَائِشَةَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمِ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ – شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: { مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ }فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ(صحيح مسلم ج۳ص۱۳۸۳ رقم الحديث ۵۸(۱۷۶۳)كتاب الجهاد والسير،باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر، وإباحة الغنائم)

[1] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا، قَالَتْ: وَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْأَلُهُمَا وَهُوَ يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ: فَأَشَارَ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ، وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ: لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ .فَقَالَ: هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ؟، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَمْرًا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا فَذَكَرَ بَرَاءَةَ عَائِشَةَ(صحيح البخاري ج۹ص۱۱۳ رقم الحديث ۷۳۶۹ كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة)

عَنْ عَائِشَةَ: " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: مَا تُشِيرُونَ عَلَيَّ فِي قَوْمٍ يَسُبُّونَ أَهْلِي، مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُوءٍ قَطُّ "، وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ: لَمَّا أُخْبِرَتْ عَائِشَةُ بِالْأَمْرِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَنْطَلِقَ [ص:114] إِلَى أَهْلِي؟ فَأَذِنَ لَهَا، وَأَرْسَلَ مَعَهَا الْغُلَامَ، وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا، سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ(صحيح البخاري ج۹ص۱۱۳ رقم الحديث ۷۳۷۰ كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة)

فَسَمِعَ مِنْهُمَا حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ، فَجَلَدَ الرَّامِينَ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَى تَنَازُعِهِمْ، وَلَكِنْ حَكَمَ بِمَا أَمَرَهُ اللَّهُ وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيرُونَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا، فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ، اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى أَبُو بَكْرٍ قِتَالَ مَنْ مَنَعَ الزَّكَاةَ، فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ "فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَابَعَهُ بَعْدُ عُمَرُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ أَبُو بَكْرٍ إِلَى مَشُورَةٍ إِذْ كَانَ عِنْدَهُ حُكْمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِينَ فَرَّقُوا بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ وَأَرَادُوا تَبْدِيلَ الدِّينِ وَأَحْكَامِهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَشُورَةِ عُمَرَ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلّ (صحيح البخاری ج۹ ص ۱۱۲ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے احد کے دن مشورہ کیا کہ شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا باہر نکل کر۔تو لوگوں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی رائے دی۔پھر جب آپ ہتھیار پہن چکے اور پکا ارادہ فرمالیا تو لوگوں نے شہر میں رہنے کے لیے کہا،لیکن آپ نے عزم کر لینے کے بعد ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ہتھیار پہننے کے بعد انہیں کھول کر رکھ دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آجائے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے اس وقت مشورہ فرمایا جب تہمت لگانے والوں نے حضرت

www.idaraghufran.org

عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کو سنا، یہاں تک کہ قرآن کریم نازل ہو گیا۔ اور تہمت لگانے والوں کو کوڑے مارے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دینے والوں کے اختلاف کی طرف توجہ نہ فرمائی، بلکہ وہی فیصلہ فرمایا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے خلفاء اور ائمہ بھی امانت دار اور اہل علم حضرات سے مشورہ کیا کرتے تھے، تاکہ آسان صورتِ حال کو اپنا سکیں۔ اور جب کتاب وسنت کا حکم واضح ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دوسرے کسی کے مشورہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرینِ زکاۃ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کس طرح ان سے قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ''لا الہ اللہ'' کہہ دیں، تو انہوں نے اپنے خون اور مال کو مجھ سے بچا لیا مگر حق کے ساتھ۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کہا کہ خدا کی قسم! میں ان سے ضرور لڑوں گا جو ان چیزوں میں تفریق کریں گے، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ متفق ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مشورہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کے بارے میں حکم موجود تھا جنہوں نے نماز اور زکاۃ میں فرق کیا۔ نیز دین اور اس کے احکام کو بدل دینے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے دین کو بدلے اسے قتل کر دو۔ اور قراء حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر تھے خواہ وہ بوڑھے تھے یا جوان تھے۔ وہ تو اللہ کی کتاب کے آگے جھک جانے والے تھے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کاموں اور امور میں مشورہ کیا کرتے تھے، جن میں اللہ تعالیٰ کا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی واضح حکم موجود نہ ہوتا تھا۔

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

پارک میں دو کھیلتے بچے

پیارے بچو! کہا جاتا ہے بچے من کے سچے، عقل کے کچے اور وعدے کے پکے ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ انہیں سکھایا جائے وہ سیکھ جاتے ہیں۔ ایک دن میں سیر کرنے اور گھومنے پھرنے کے لیے قریبی پارک میں چلا گیا۔ عصر کے بعد شام کا وقت تھا۔ اس سال فروری کی آخری شامیں قدرے گرم ہو چکی تھیں۔ دھوپ میں بیٹھے گرمی اور سایہ میں بیٹھے سردی محسوس ہوتی تھی۔ سورج کی ٹکیہ انڈے کی زردی کی طرح زرد پڑ چکی تھی۔ کھلی زمین پر بیٹھا بندہ بغیر سیاہ چشموں کے بھی سورج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتا تھا۔ پارک میں بہت اچھی ترتیب کے ساتھ تین تین فٹ کے فاصلے پر کھجور کے درمیانے قد کے درخت لگے ہوئے تھے۔ کھجور کے درختوں کے درمیان خالی جگہوں پر لال گلاب، سفید گلاب، گلابی گلاب، رات کی رانی، چمبیلی، نیازبُو مالٹائی اور پیلے گیندے کے پھول لگے بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ بس ایک کمی تھی کہ پھولوں کے پودے پوری طرح پھولوں سے بھرے ہوئے نہیں تھے، بلکہ ایک ایک بوٹے میں دو دو، تین تین پھولوں سے زیادہ پھول نہ تھے۔ پارک میں زمین کی مٹی ہری ہری گھاس کی چادر کو اپنے اوپر لپیٹے آرام سے سو رہی تھی۔ گھاس کے کسی کونے میں ٹڈے کی آواز "کِٹر، کِٹر، کِٹر" کانوں کی دیواروں کا پار کرتے ہوئے دماغ کے اندر جا کر سکون بخش رہی تھی۔ میں جاکر ٹریک کے ساتھ بنے ہوئے لوہے کے بنچ پر بیٹھ گیا۔

واک کرنے والے ٹریک پر دو بچے میرے سامنے سے گزرے۔ دونوں بچے فٹ بال سے کھیلتے، ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ ایک بچے کا رنگ گندمی تھا۔ اس نے سفید رنگ کا کرتا شلوار پہنی ہوئی تھی۔ اس کے کپڑے پرانے ہونے کی وجہ سے اپنا رنگ بھی اتنا تبدیل کر چکے تھے، کہ ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

دوسرے بچے نے کالے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت تمیز اور ادب کے ساتھ بات کرتے ہوئے کھیل رہے تھے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ عموماً اس قسم کے بچے

www.idaraghufran.org

جو باہر کے ماحول میں اور باہر کے بچوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں، بہت بدتمیزی اور گالم گلوچ سے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔

جب ایک بچے نے فٹ بال کو زور سے کِک لگائی، تو فٹ بال کافی دور سے اچھلتی ہوئی میرے بَنچ کے قریب آگری۔ دونوں بچے فٹ بال لینے کے لیے بَنچ کی طرف بھاگتے بھاگتے آئے۔ جب بَنچ کے قریب پہنچے تو ان دونوں کا سانس اس قدر پھول رہا تھا کہ دونوں ہانپ رہے تھے۔ ایک بچہ بَنچ پر آکر بیٹھ گیا، دوسرا بھی اسے دیکھتے دیکھتے بَنچ پر آکر بیٹھ گیا۔ گھر سے میں پانی کی بوتل اور گلاس لے کر نکلا تھا۔ بچوں نے میرے ہاتھ میں پانی کی بوتل اور گلاس دیکھا، تو کہنے لگے:

''بھائی! اس میں پانی ہے؟''

اس کے پوچھنے کے انداز سے میں سمجھ گیا تھا کہ اسے پیاس لگی ہوئی ہے۔ اس کا پوچھنے کا انداز پانی کی کنفرمیشن کا نہیں تھا، بلکہ پانی کی طلب کا تھا۔ میں نے اسے پانی کی بوتل اور گلاس دے دی۔ دونوں بچوں نے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے، گلاس میں پانی نکال کر ایک دوسرے کو پلایا۔ میں نے بچوں سے پوچھا کہ وہ کہاں پڑھتے ہیں؟ ان میں سے ایک بچہ جس نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، بولا: ''ہم مدرسے میں پڑھتے ہیں، قرآن مجید پڑھنے جاتے ہیں۔''

جب میں نے اس کا یہ جواب سنا، تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آج کے دور میں بھی تعلیمی اداروں میں بچوں کی ایسی تربیت کی جارہی ہے کہ انہیں باہر کے ماحول میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے، بات چیت کرنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط40) مفتی طلحہ مدثر

عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)

معزز خواتین! عزتِ نفس ایک ایسی چیز ہے، جس کے وجود کے بعد انسان سخت سے سخت نامساعد حالات برداشت کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، یہ ایک ایسی طاقت ہے، جو انسان کو اندر سے مضبوط بنادیتی ہے، خواہ وہ جسمانی اعتبار سے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، اگر عزتِ نفس میسر ہو، وہ شخص اکھاڑے کے پہلوان کی طرح مقابلہ کرسکتا ہے، ایک ایسا مقام جہاں کسی شخص کو عزتِ نفس میسر ہو، اور وہ اپنی عزت اور آبرو کو اس جگہ محفوظ محسوس کرتا ہو، وہاں اس کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آنا شروع ہوجاتی ہیں، خواہ یہ عزت، معاشرے کے اعتبار سے ہو، ادارے کے اعتبار سے ہو، جنس کے اعتبار سے ہو، پیشہ، اور ہنر کے اعتبار سے ہو، کسی بھرے مجمعے میں ہو، یا پھر گھر کی چاردیواری کے پیچھے ہو، جتنی شدت کے ساتھ عزت افزائی ہوگی، اتنی ہی رفتار سے صلاحیتیں، قوتیں، خیالات ابھر کر سامنے آنا شروع ہوجائیں گی۔

اس کے برعکس اگر کسی کی عزتِ نفس کو مجروح کیا جائے، اس کو کوسا جائے، اس کو یہ باور کرایا جائے، کہ وہ ایک بے قیمت، بے جان چیز سے زیادہ کچھ نہیں ہے، تو اس کی صلاحیتیں بڑھنے کے بجائے، رہی سہی ہمت بھی آہستہ آہستہ دم توڑ جائے گی، اور وہ مسلسل یہ اذیت سہنے کے بعد حقیقتاً ایک بے وقعت، چیز بن کر رہ جائے گا، جس میں جان اس معنیٰ میں موجود ہوگی، کہ وہ اپنے ارادے، اختیار سے چل پھر سکتا ہے، کام کاج کرسکتا ہے، لیکن اس کے اندر کی وہ روح مرچکی ہوگی، جس کا معاشرے کی ترقی میں کردار ادا کرنے والے ایک زندہ دل انسان میں ہونا ناگزیر ہے۔

اگر اس طرح کا رویہ کسی ایسے فرد کی طرف سے سامنے آئے، جس سے روز کا واسطہ نہ ہو، تو ممکن ہے انسان اس سے دوبارہ احتیاط سے پیش آئے، یا زندگی میں دوبارہ اس کی طرف رخ ہی نہ کرے، کنارہ کشی اختیار کرے، وغیرہ، جان چھڑانے کے بہت سے طریقے ممکن ہوسکتے ہیں، لیکن اگر ایسا کوئی فرد آپ کی زندگی کا مستقل حصہ ہو، جس سے آپ دور نہیں بھاگ سکتے، اس کو چھوڑ نہیں سکتے،

www.idaraghufran.org

خودکواس سے آزادنہیں کرسکتے،اس کی ضروریات آپ سے،اورآپ کی ضروریات اس سے وابستہ ہوں،تو یہ یقیناً مشکل اور پیچیدہ صورتِ حال ہے،ایسی صورت میں انسان کے پاس صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

ضرراورشدیداذیت کی وجہ سے تفریق کا اختیار

اگرکسی خاتون کوشوہر کی طرف سے اس طرح کے رویہ کا سامنا ہو،جواس کی عزتِ نفس کومجروح کر رہا ہو،مثلاً ہروقت کے طعنے،بیوی کے ماں،باپ،گھروالوں کولعن طعن،گالی گلوچ،طرح طرح کے القابات وغیرہ،الغرض جسمانی اعتبار سے تونہیں لیکن ذہنی اعتبار سے تشدد کا سامنا ہو،جس کی وجہ سے بیوی کوشدید ضرر لاحق ہواوروہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے پر تیار نہ ہو،تواکثر فقہاءایسی صورت میں اس بات کے قائل نہیں کہ بیوی عدالت سے اپنا نکاح ختم کرالے،بلکہ وہ اس کے متبادل طریقے بتاتے ہیں،مثلاً عورت طلاق لے لے یا خاوند سے خلع کا معاملہ کرلے،خاندان کے کسی بڑے،یاباا ثر بندے کو بیچ میں ڈال کراس رویہ کی شکایت کرے،یاکسی دوسرے متبادل طریقے کو اختیار کرکے اس شکایت کا ازالہ کرلے وغیرہ وغیرہ،گویا وہ اس صورت کوشقاق میں داخل نہیں کرتے،جس کی وجہ سے تفریق اور تنسیخ کاحق حاصل ہوتا ہے،لیکن بعض حضرات ایسی صورت میں اس بات کے قائل ہیں،کہ عورت ایسی صورت میں عدالت میں مقدمہ دائر کرسکتی ہے،اورعدالت میں شوہر کی طرف سے ضرراور تکلیف پہنچانے کوثابت کرنے کے بعد عدالت شوہر کی طرف سے طلاق دے سکتی ہے،خواہ شوہراس پرراضی ہو یا نہ ہو،ایسی صورت میں ان حضرات کے نزدیک شوہر کی طرف سے مسلسل ایسے جارحانہ رویہ کا سامنے آنا ضروری نہیں بلکہ اگرایک آدھ مرتبہ بھی شوہر کی طرف سے ایسا تکلیف دہ رویہ سامنے آئے،تو بیوی کواس کی بنیاد پر تفریق کاحق حاصل ہوسکتا ہے،لیکن اس صورت میں یہ انتہائی اقدام بیوی کو پہلے ہی مرحلہ میں اختیارنہیں کرنا چاہیے، بلکہ اگراسے امید ہو کہ شوہر کی طرف سے اس اذیت اور تکلیف کوکسی دوسرے طریقے سے دور کیا جاسکتا ہے،تو پہلے درجے میں ان اقدامات پرعمل کرنا چاہیے،اگراس سے بھی معاملات حل نہ ہوں،

توعام علمائے کرام کی رائے پر عمل کرتے ہوئے، عدالتی کارروائی سے حتی الامکان بچتے ہوئے، خود سے خلع یا طلاق وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، البتہ اگر شوہر طلاق یا خلع پر آمادہ نہ ہو رہا ہو، اور اپنے رویے میں بھی تبدیلی لانے کی سنجیدہ کوشش نہیں کر رہا، تو ایسی صورت میں بعض حضرات کی رائے پر عمل کرتے ہوئے عدالتی طریقہ کار اختیار کر کے جان خلاصی کی جاسکتی ہے۔

شدید نفرت کی وجہ سے تفریق کا اختیار

اسلام کی نظر میں نکاح صرف دو جسموں کے ملاپ کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا مبارک رشتہ ہے ، جو باہمی سکون، حفاظت، عزت، محبت جیسی پائدار بنیادوں پر قائم ہے، ان بنیادوں میں سے اگر ایک بنیاد بھی ہل جائے، تو نکاح کی پوری عمارت کمزور ہو جائے گی، اور اس سے معاشرے پر برے اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ ایک خاندان معاشرے کا ہی جزو ہے، جب جزو خراب ہوگا، تو اس کا اثر کسی نہ کسی صورت میں کُل پر ضرور پڑے گا، میاں بیوی کے رشتہ کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے، تو معلوم ہوگا، کہ اس رشتہ کی اصل روحِ رواں محبت ہی ہے، جہاں محبت ہوگی، وہاں عزت، حفاظت، سکون سب کچھ لازمی ہوگا، محبت کے بغیر دوسرے شخص کو عزت، حفاظت، سکون کما حقہ دیے جا ہی نہیں سکتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے آئیڈیل ہے، غور کریں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ازواجِ مطہرات کے پاس دنیا کی آسائشوں کا نام ونشان نہیں تھا، بلکہ کئی کئی دن گھر میں چولہا جلنا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا، لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور محبت ایسی اعلی سطح کی تھی، کہ ان ازواج نے بھی، اس فقر کی زندگی کو سینے سے لگالیا، جن کی پرورش ایسی تنگدستی کے ماحول میں نہیں بلکہ ایک شہزادی اور سرداری کی حیثیت سے ہوئی تھی، یہ سارا کرشمہ محبت اور اخلاق کی بدولت تھا۔

چنانچہ اسلام میں نکاح کا مقصد یہ نہیں، کہ زوجین باہم ایک ایسے رشتے میں منسلک رہیں، جو قید اور حبس سے زیادہ کچھ نہ ہو، یہی وجہ ہے، کہ شادی کے موقع پر ایسی تعلیمات دی گئی ہیں، جو باہم پیار

محبت کا سبب بنے ،اب اگر کسی خاتون کو اپنے شوہر سے نفرت ہوجائے ،تو اس معاملہ کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہوگی ،عام طور پر بیویوں کی نفرت دراصل وقتی ناراضگی ہوتی ہے، جو سطحی اور عارضی ہوتی ہے،معمولی توجہ اور رویہ کی تبدیلی سے یا کچھ وقت گزرنے سے،گھر کے کام کاج،اولاد کی تعلیم وتربیت کی مصروفیت کی وجہ سے وہ نفرت وناراضگی ختم ہوجاتی ہے،اور زندگی معمول پر آجاتی ہے،اس لیے بیوی کی طرف سے نفرت کے ہر دعویٰ پر فوری طور پر ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے، جس کے نتیجے میں مستقبل میں عورت کا اپنا نقصان ہو،لیکن اگر کسی مخصوص صورت میں بیوی کو شوہر سے حقیقت میں ایسی شدید نفرت ہوجائے ،کہ جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ رہنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہو،تو ایسی صورت میں بلا وجہ اس کو باندھ کر رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے،یہ زوجین کے لیے تکلیف کا باعث ہوگا،اس نفرت کے عوامل اور اسباب متعدد ہوسکتے ہیں،سب جگہ ایک جیسے اسباب کا پایا جانا ضروری نہیں ہے،بعض دفعہ نفرت شکل وصورت کی وجہ سے ہوسکتی ہے،بعض دفعہ سیرت اور کردار کی وجہ سے،بعض دفعہ رویہ اور اخلاق کی وجہ سے،غرض وجہ کوئی بھی ہو،نفرت کے باوجود زوجین کو باہم باندھے رکھنا دانشمندی کا تقاضہ نہیں ہے،چنانچہ ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے نفرت کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی واضح ہدایت موجود ہے،

لاَ تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الرجل الدَّمِيمِ مِنَ الرِّجَالِ فَإِنَّهُنَّ يُحْبِبْنَ مِنْ ذَلِكَ مَا تُحِبُّونَ.(مصنف ابن ابی شيبة،كتاب النكاح ،من كان يكره أن يكره المرأة على ما لا تهوى من الرجال،رقم الحديث ١٧٩٦٢)

ترجمہ:اپنی بچیوں کو ،مردوں میں سے بدصورت لوگوں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ کرو،بیشک وہ بھی اس معاملے میں وہ کچھ(یعنی خوبصورتی اور حُسن وغیرہ)پسند کرتی ہیں،جو تم پسند کرتے ہو،(مصنف ابن ابی شیبۃ)

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حاضر ہوئیں،تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکوے شکایتوں کے دفتر نہیں کھولے،بلکہ صاف طور پر اپنے شوہر کے بارے میں کہا''کہ مجھے ان کے اخلاق اور دین کے بارے میں کوئی شبہ نہیں''،اس

سب کے باجود کہ وہ دین دار ہیں، امانت دار ہیں، اعلیٰ صلاحیتوں والے ہیں، میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی، اسی مقصد کو مختلف کتب میں مختلف الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے، اب یہاں جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو شوہر کے حقوق بیان فرما کر ان کو تنبیہ کی، نہ ہی اُس کی خدمت کے فضائل اور ثواب کا ذکر اور ترغیب دی، اور نہ ہی کوئی لعن طعن کیا، بلکہ معاملہ کی گہرائی پر نظر رکھتے ہوئے دونوں میں جدائی کرادی، اس اصول کے پیشِ نظر اگر زوجین میں حقیقی طور پر ایسی نفرت ہو جائے، کہ اب ایک ساتھ نباہ نہ ہو، تو طلاق یا خلع وغیرہ کا معاملہ کروا کر جدائی کرا دینی چاہیے، رہی وہ صورت کہ جس میں نہ تو کوئی شخص طلاق دے، نہ خلع کا معاملہ کرے، نہ عدالت میں حاضر ہو، تا کہ عدالت اس سے ترغیب وترہیب کے ذریعہ طلاق دلوا سکے، تو ایسی صورت میں اگر چہ جمہور علمائے کرام کی رائے میں عدالت خود سے تفریق نہیں کرسکتی، لیکن اس مسئلہ میں کلام کی گنجائش موجود ہے۔

www.idaraghufran.org

قیامت سے پہلے ظالم وجابر حکمران آئیں گے

حضرت ابوثعلبہ خشنی، ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا کہ:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس دین کی ابتداءنبوت ورحمت سے فرمائی، پھر(دَورِنبوت کے بعد) خلافت ورحمت کا دَور ہوگا، اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی، اس کے بعد خالص آمریت، جبرواستبداداورامّت کے عمومی بگاڑ کادورآئے گا، یہ لوگ زناکاری، شراب نوشی اور ریشمی لباس پہننے کوحلال کرلیں گے، اوراس کے باوجودان کی مددبھی ہوتی رہے گی اورانہیں رزق بھی ملتارہے گا، یہاں تک کہ وہ اللہ کےحضورپیش ہوں گے(یعنی مَرتے دَم تک)(سنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث 16630)

یعنی نبوت وخلافت کے بعدایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں ظالم وجابرحکمران ہوں گے، جو حرام وناجائزچیزوں کوحلال کرلیں گے، حالانکہ کسی حرام چیزکوحلال سمجھ لینے سے وہ چیزحلال نہیں ہوجاتی، مگراُن کوڈھیل دینے اورلوگوں کے امتحان کے لیےاُن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہری طورپرمددہوتی رہے گی اوراُن کے رزق میں بھی ظاہری تنگی نہیں ہوگی، تاکہ وہ اپنی گمراہی میں خوب مَست رہیں، پھراُن کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعداُن کے ساتھ بہت سخت اورکڑا معاملہ ہوگا۔

www.idaraghufran.org

ظلم وجبر اور حق تلفی سے نجات کا روحانی راستہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً وَأُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَدُّوْا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ (بخاری، رقم الحدیث 6529)

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب میرے بعد خودغرضی اور ایسے کام دیکھو گے، جن کو تم برا سمجھو گے، تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں (ایسے موقع پر) کیا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم ان کا حق ادا کرو، اور اللہ سے اپنے حق کی دعا کرو (بخاری)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: نبی ﷺ نے انصار صحابہ سے فرمایا کہ تمہیں میرے بعد خودغرضی سے سابق پڑے گا، تو تم (ایسے وقت) صبر کرو، یہاں تک کہ تم میرے ساتھ ملاقات کرلو، جس کا مقام حوضِ کوثر ہے (بخاری، حدیث 3509)

یعنی قیامت سے پہلے ایسا وقت آئے گا کہ جس میں خودغرضی عام ہوگی، اور نفسانفسی کا عالم ہوگا، جس میں حکمرانوں کی طرف سے رعایا پر ظلم، اور رعایا کی طرف سے ان کی حق تلفی ہوگی، ایسے میں صبر وہمت سے کام لینے، حقوق کو اداء کرنے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرنی پرظالم وجابر حکمرانوں کومسلط کردیاجاتا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبودنہیں، میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں، اور بے شک جب بندے میری اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں تو میں لوگوں پر ان کے بادشاہوں کے دلوں کو نرمی اور رحمت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں، اور بے شک جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل لوگوں پر غصے اور سختی و ناراضی کے ساتھ پھیر دیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ ان کو بدترین عذاب اور تکلیف پہنچاتے ہیں، پس تم اپنے آپ کو بادشاہوں کے خلاف بددعا میں مشغول نہ کرو، بلکہ میرے ذکر، میری یاد، اور میری طرف عاجزی کے ساتھ متوجہ ہونے میں مشغول کرو، میں تمہاری طرف سے تمہارے بادشاہوں کے لئے کافی ہو جاؤں گا (یعنی تمہاری مدد کروں گا) (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث8962)

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات بتلادی گئی ہے کہ جوقوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے بادشاہوں اور حکمرانوں کے دلوں کو اس قوم پر نرم اور مہربان کردیتے ہیں، اور جوقوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے، اس قوم کے بادشاہوں کے دلوں کو اس قوم کے خلاف تکلیف اور سختی وغم و غصہ میں مبتلا کردیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بادشاہ کی طرف سے اس قوم پر ظلم وستم ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org

چند خوفناک خصلتیں

حضرت حکم بن غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّفُهُنَّ عَلٰى أُمَّتِهٖ: بَيْعُ الْحُكْمِ، وَإِمَارَةُ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةُ الشُّرَطِ، وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ، واسْتِخْفَافٌ بِالدَّمِ، وَنَشْوٌ يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَ الرَّجُلَ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ لَا يُقَدِّمُوْنَهُ إِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ بِهِ غِنَاءً (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث 58)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا جو چند ایسی خصلتوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ جن کا آپ کو اپنی امت پر خوف تھا، ایک عدالتی فیصلے کی خرید وفروخت، دوسرے بیوقوفوں کی حکمرانی، تیسرے پولیس کی کثرت، چوتھے قطع رحمی، پانچویں انسانی خون کی ناقدری اور چھٹے ایسی نسل جو قرآن کو گانا بنائیں گے، اپنے میں سے ایک ایسے آدمی کو آگے بڑھائیں گے جو اُن میں دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والا نہیں ہوگا، وہ اُسے صرف اس لیے آگے کریں گے تاکہ وہ (قرآن کو) اُن کے سامنے گا گا کر سنائے (طبرانی کبیر)

آج ان گناہوں کی کثرت ہے، اور قرآن کے ایسے پڑھنے والے اور سننے بھی موجود ہیں، جو اس پرعمل کرنے کے بجائے اس کو خوب گا گا کر پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

”عمل بالحدیث“ کا حکم (قسط1)

سوال

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول معتبر حدیث کے خلاف ہو، اور اس حدیث پر کسی دوسرے مجتہد کا عمل بھی ہو، تو کیا وہاں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے؟

اور کیا اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے والا شخص، اہلِ سنت کہلائے گا؟

ہم نے آپ کی بعض کتابوں میں پڑھا کہ یہ طرزِ عمل اختیار کرنا گناہ نہیں۔

لیکن ایک مولانا صاحب، جو اپنے آپ کو مفتی بھی سمجھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ اپنے امام کے قول کو ماننا ہر حال میں واجب ہے، کیونکہ تقلیدِ شخصی واجب ہے، جس میں تمام مسائل کے اندر ایک ہی مجتہد کی اتباع وتقلید کی جاتی ہے، اور مذکورہ طرزِ عمل میں تقلیدِ شخصی کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا شخص، اہلِ سنت میں داخل نہیں، اور یہ طرزِ عمل، اہلِ حدیث، یا سلفی لوگوں کا ہے، اور وہ آپ کی بات کو ”تفرد“ یا ”انفرادی“ رائے کہتے ہیں۔

اور مذکورہ مولانا صاحب نے حوالے میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد“ کی یہ عبارت پیش کی:

> ”ہدایہ اوّلین وغیرہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ”اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے، اور وہ اس حدیث کو سن کر ”أفطر الحاجم و المحجوم“ یعنی پچھنے لگانے والے کا، اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں، دونوں کا روزہ گیا، یہ سمجھ جائے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا، اور پھر بقصد کھا پی لے، تو اس پر کفارہ لازم آئے گا، اور دلیل میں ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے:
>
> ”لأن على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقہٖ إلی معرفة الأحاديث“ (هداية: ص ٢٠٦)

www.idaraghufran.org

اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ عامی پر تقلیدِ مجتہدین کو واجب کہتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ قولِ سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں، جن کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو، بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں، جو قوتِ اجتہادیہ رکھتے ہیں'' (**الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد ، مقصد ششم**)

اب آپ سے درجِ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(1)...... اگر امام ابوحنیفہ کا قول، معتبر حدیث کے خلاف ہو، اور اس حدیث کو کسی مجتہد نے لیا بھی ہو، تو وہاں امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟

(2)...... مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تالیف ''**الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد**'' کی مذکورہ عبارت کا مطلب کیا ہے، اس کی وضاحت بھی کر دی جائے۔

(3)...... کیا وہ اہلِ حدیث حضرات، جو بعض مسائل میں فقہ حنفی کے برخلاف، دوسری احادیث پر عمل کرتے ہیں، اور ان احادیث کی سند کا بھی معتبر ہونا ثابت کرتے ہیں، مثلاً نماز میں رفعِ یدین کرتے ہیں، اور اونچی آواز میں آمین کہتے ہیں، اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور نمازِ جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور وتر کی ایک رکعت الگ سلام سے پڑھتے ہیں، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں، وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، یا نہیں؟

امید ہے کہ تفصیلی جواب سے آگاہ فرمائیں گے۔

یوسف، طالبِ علم جامعہ.... کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ہم افسوس کے ساتھ یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ آج کل کم علمی و جہالت اور تعصب و عناد، اس درجہ ترقی کر گیا ہے کہ علم کے رنگ میں بھی جہالت پیدا ہوگئی ہے، اور اسی جہالت کو ''علم و تحقیق'' سمجھ لیا گیا ہے، اوپر سے ایسے بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو مفتی بھی کہلوانا شروع کر دیا ہے، پھر ظلم یہ کہ اصل فقہاء و علماء کے قول پر تو ''تفرد، یا انفرادی رائے'' کا الزام لگانا شروع کر دیا گیا ہے، اور جو رائے دراصل ''شاذ'' یا ''متفرد'' وغیرہ کہلائے جانے کی مستحق تھی، اس کو مقبول و اجتماعی رائے کا نام دیا

www.idaraghufran.org

جانے لگا ہے۔

اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ وہ اپنی نسبت جن فقہاء واکابر کی طرف کرتے ہیں، ان سے بھی ان کی رائے میل نہیں کھاتی، اس طرح ایسے لوگ خود بھی دھوکہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں مبتلا کرتے ہیں۔

اور رفتہ رفتہ یہ مرض اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بعض اہلِ مدارس بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں، جن کے اس سلسلے میں علم کی حدودِ اربعہ صرف چند بزرگوں کے اقوال وارشادات، یا ملفوظات سے زیادہ نہیں۔

اس لیے وہ جب کسی کی بات کو اپنے ان چند بزرگوں کے اقوال اور ان کے ارشادات، یا ملفوظات کے مخالف ومتعارض محسوس کرتے ہیں، تو اور تو کچھ ان کے پاس کہنے کو ہوتا نہیں، اس لیے وہ جھٹ سے دوسرے پر ''تفرد'' یا ''انفرادی رائے'' کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، جس کی نہ کوئی دلیل پیش کرتے اور نہ کوئی ثبوت پیش کرتے۔

اس لیے اس طرح کے لوگوں کا جب مذکورہ، یا اس جیسا دعویٰ سامنے آئے، تو ان سے اس کی دلیل کا مطالبہ کرنا چاہیے، ساتھ ہی دوسرے کی طرف سے پیش کردہ دلائل کے جواب کا مطالبہ بھی کرنا چاہیے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ''دودھ کا دودھ، اور پانی کا پانی'' ہونے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔

اس کے بعد عرض ہے کہ چونکہ آج بہت سے کل کم علم اور نام نہاد علماء نے اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ افراط وتفریط پیدا کر دی ہے، اور تعصب وتشدد کی بناء پر سلسلہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے، اور فقہ وتفقہ فی الدین کے اہم اور نازک شعبہ پر نہ صرف یہ کہ اس طرح کے لوگ براجمان ہو چکے ہیں، بلکہ اس پر اپنا ایک طرح سے تسلط وقبضہ بھی جما چکے ہیں، اس لیے آپ کی طرف سے کیے گئے مذکورہ تینوں سوالوں کے الگ الگ باحوالہ تفصیلی جواب تحریر کیے جاتے ہیں، جس کے بعد اس قسم کی باتیں کرنے والوں کے ذمہ ہوگا کہ وہ دلائلِ شرعیہ کے ذریعہ ہمارے مضمون میں مذکورہ عبارات و حوالہ جات کا ان ہی جیسی عبارات وحوالہ جات کے ذریعہ جواب پیش فرمائیں، اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے، تفقہ فی الدین کے اس باب کو ''طفلِ مکتب'' نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ حق وصواب کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(جواب:سوال نمبر1)

قولِ مجتہد کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کا حکم

جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ ’’اگر امام ابوحنیفہ کا قول معتبر حدیث کے خلاف ہو، اور اس حدیث کو کسی مجتہد نے لیا بھی ہو، تو وہاں اس حدیث کے خلاف امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟‘‘

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں حدیث پر عمل کرنا، بلاشبہ جائز ہے، اور اس میں کوئی برائی نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اگر برائی ہوسکتی ہے، تو معتبر حدیث، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول کو حجت سمجھنے میں ہوسکتی ہے۔

اور اس طرزِ عمل کو تقلیدِ شخصی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دینا بھی درست نہیں۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے احمد بن عمرو بزار سے، انہوں نے زیاد بن ایوب سے، اور انہوں نے ابوعبیدہ حداد سے، اور انہوں نے مالک بن دینار سے، اور انہوں نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، رَفَعَهُ قَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١١٩٤١)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ کوئی بھی شخص نہیں، جس کی بات کو قبول بھی کیا جائے، اور چھوڑا بھی جائے، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے ’’مجمعُ الزوائد‘‘ میں فرمایا کہ اس حدیث کو ’’طبرانی‘‘ نے ’’الکبیر‘‘ میں

روایت کیا ہے، اور اس کے رجال ”ثقة“ ہیں (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۸۴۰)

مجاہد اور حکم کی روایت

حضرت مجاہد سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے، جس کو ابونعیم اصبہانی نے ”حلیۃ الأولیاء“ میں روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو: حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی، ج۲ص۳۱، تحت ترجمۃ ”مجاہد بن جبر“)

اور حضرت شعبہ کی سند سے، حضرت حکم بن عتیبہ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے، جس کو ابنِ عبدالبر نے ”جامع بیان العلم وفضیله“ میں حضرت شعبہ سے اور انہوں نے حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: جامع بیان العلم وفضله، لا بن عبد البر، باب ذكر الدليل من أقاويل السلف على أن الاختلاف خطأ وصواب، رقم الحديث ۱۷٦۱)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قابلِ قبول ہوتی ہے، کوئی بات بھی قابلِ رَد نہیں ہوتی، اور یہ درجہ ومقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور ہستی کو حاصل نہیں، خواہ وہ کتنا بڑا مجتہد اور امام کیوں نہ شمار ہوتا ہو۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت

امام عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں ”معمر“ سے، انہوں نے بعض اہلِ مدینہ سے، خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ۲۰۷۰۲، جامع معمر بن راشد)

ترجمہ: تم میری اطاعت کرو، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، پھر جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں (خواہ خطاء کے طور پر کیوں نہ ہو) تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں (عبدالرزاق)

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بڑا درجہ، حضرت صدیق

www.idaraghufran.org

اکبر رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے، جب انہوں نے بھی اپنی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تابع قرار دے دیا، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ ہونے کی صورت میں اپنی اطاعت سے منع فرمادیا، تو پھر اس امت میں کسی دوسری ہستی کو یہ مقام کیسے حاصل ہوسکتا ہے، جو مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخصیت کو واجبُ الاتباع اور واجبُ الاطاعت سمجھنا اور اس حیثیت سے اس کی ''تقلیدِ شخصی'' کرنا جائز نہیں۔

اسی وجہ سے محدثینِ عظام وفقہائے کرام اور اہلِ علم حضرات نے مذکورہ احادیث وروایات میں بیان کیے گئے فیصلے کی جا بجا تصریح کی ہے اور اس مسئلہ میں اہلُ السنۃ کا اتفاق ہونے اور ان سے صرف اہلِ روافض کا اختلاف ہونے کی وضاحت کی ہے، جو اپنے مخصوص ائمہ کے ہر قول کو واجبُ الاطاعت اور واجبُ الاتباع سمجھتے ہیں۔

اور اسی بناء پر مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے نزدیک صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول قبول کرنا، یا محض قیاس کی وجہ سے حدیث کو رَد کرنا، درست نہیں، جس کا مدار اس پر ہے کہ سنتِ رسول اللہ کا درجہ قیاس پر مقدم ہے، اور یہ ''اصولِ فقہ'' میں طے شدہ مسئلہ ہے۔

رہا یہ کہ پھر کسی مجتہد، یا فقیہ نے اس حدیث کی خلاف ورزی کیونکر کی؟ تو اس کے متعدد جواب ہو سکتے ہیں، جن کے پیشِ نظر اس مجتہد کو عنداللہ معذور قرار دینا درست قرار پاتا ہے۔

ذیل میں اس کے متعلق چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ذہبی کا حوالہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

وما زال العلماء الاقران يتكلم بعضهم فى بعض بحسب اجتهادهم، وكل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، للذهبى، ج۴، ص ۳۰۴، تحت الترجمة:هشام بن عمار السلمى)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہردور کے علماء، برابرایک دوسرے پراپنے اجتہاد کی وجہ سے کلام کرتے رہے، اور ہرایک کے قول کولیا بھی جاتا رہا، اور چھوڑا بھی جاتا رہا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (میزانُ الاعتدال)

علامہ ذہبی کا ایک اور حوالہ

علامہ ذہبی نے ''المنتقٰی من منهاج الاعتدال فی نقض کلام أهل الرفض والاعتزال'' میں ''روافض'' پرردکرتے ہوئے فرمایا کہ:

''روافض'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، بعض شخصیات کو، جنہیں انہوں نے امام قراردے رکھا ہے، ہرچیز میں واجبُ الاطاعۃ سمجھتے ہیں، لیکن اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں، ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، ہرایک کے قول کولیا بھی جاتا ہے، اور چھوڑا بھی جاتا ہے''۔

(ملاحظہ ہو: المنتقٰی من منهاج الاعتدال فی نقض كلام أهل الرفض والاعتزال، للذهبی، ص ١٦٦، الفصل الثانی فی المذهب الواجب الإتباع)

احمد بن محمد ھانی کلبی کا حوالہ

احمد بن محمد بن ھانی کلبی (المتوفیٰ: 273ھ) فرماتے ہیں کہ:

ولیس أحد بعد النبی صلی الله علیه وسلم إلا یؤخذ من قوله ویترک (ناسخ الحدیث ومنسوخه، ص ٢١٩، باب فی المسکر)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدکوئی بھی شخصیت ایسی نہیں، جس کے قول کولیا اور چھوڑا نہ جائے (ناسخ الحدیث)

امام نووی کا حوالہ

امام نووی ''صحیح مسلم'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

www.idaraghufran.org

وإن كـان إماما عظيما في هذا الشأن فالغلط لا يسلم منه بشر والكمال لـلـه تـعـالـى وكل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا النبى صلى الله عليه وسلم(شرح صحیح مسلم ،للنووی، ج۵،ص ۴۷،باب السهو فى الصلاة والسجود له)

ترجمہ: اوراگرکوئی امام اس شان کی عظیم شخصیت کیوں نہ ہو، تب بھی بشر ہونے کی وجہ سے وہ غلطی سے محفوظ نہیں، اورکمال تو اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے، اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جاتا ہے، اور ترک بھی کیا جاتا ہے، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (شرح النووی)

ملاعلی قاری کا حوالہ

ملاعلی قاری حنفی ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرماتے ہیں کہ:

وإن كـان إمـامـا عـظيـمـا، فـإن الـغلط لا يسلم منه بشر، والكمال لله سبـحـانه، وكل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا النبى -صـلى الله عليه وسلم(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۲، ص ۸۰۳،باب السهو)

ترجمہ: اوراگرکوئی امام، عظیم کیوں نہ ہو، تب بھی بشر ہونے کی وجہ سے وہ غلطی سے محفوظ نہیں، اورکمال تو اللہ سبحانہٗ ہی کو حاصل ہے، اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جائے گا، اور ترک بھی کیا جائے گا، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (مرقاۃ)

امام غزالی کا حوالہ

امام غزالی اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''احياءُ علومِ الدين'' میں فرماتے ہیں کہ:

ومـن كشف عن قلبه الغطاء واستنار بنور الهداية صار فى نفسه متبوعا مـقـلـدا فـلا يـنـبـغـى أن يـقلد غيره. ولذلك قال ابن عباس رضى الله عـنـهـمـا ما من أحد إلا يؤخذ من علمه ويترك إلا رسول الله صلى الله عـليه وسلم وقـد كـان تـعـلـم من زيد بن ثابت الفقه وقرأ على أبى بن كـعـب ثـم خـالـفهـمـا في الفقه والقرائة جميعا.وقال بعض السلف ما

جائنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلناه على الرأس والعين وما جائنا عن الصحابة رضى الله عنهم فنأخذ منه ونترک وما جائنا عن التابعين فهم رجال ونحن رجال وإنما فضل الصحابة لمشاهدتهم قرائن أحوال رسول الله صلى الله عليه وسلم واعتلاق قلوبهم أمورا أدرکت بالقرائن فسددهم ذلک إلى الصواب من حيث لا يدخل فى الرواية والعبارة إذ فاض عليهم من نور النبوة ما يحرسهم فى الأکثر عن الخطأ (احياء علوم الدين للغزالى، ج ا ص ۷۸، ۷۹، کتاب العلم، الباب السادس فى آفات العلم وبيان علامات علما الآخرة والعلماء السوء)

ترجمہ: اور جس شخص کے دل سے پردہ ہٹ گیا، اور اس نے ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کر لی، تو وہ فی نفسہٖ متبوع اور مقلَّد ہوگیا، پس اس کے لیے دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں، اور اسی وجہ سے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے علم کو چھوڑا جائے، اور لیا نہ جائے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (کہ آپ کی ہر بات کو لیا جاتا ہے) اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور ابی بن کعب سے قرائت کی تعلیم حاصل کی، پھر اس کے باوجود، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اساتذہ کی فقہ اور قرائت دونوں میں مخالفت بھی کی۔

اور بعض سلف نے فرمایا کہ جو بات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچے گی، اس کو ہم سر اور آنکھوں پر قبول کریں گے، اور جو بات ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہنچے گی، تو ہم اسے (دلائل کے پیشِ نظر) اختیار بھی کریں گے، اور ترک بھی کریں گے، اور جو بات ہمیں تابعین سے پہنچے گی، تو وہ بھی رجال ہیں، اور ہم بھی رجال ہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے قرائن کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے، اور ان کے دلوں کے ایسے امور کا ادراک کرنے کی وجہ سے ہے، جو قرائن

سے معلوم کیے جاتے ہیں، جس نے ان کو ایسی درستگی کی طرف پہنچادیا کہ اس کی وجہ سے وہ روایت اور عبارت میں کوئی چیز اپنی طرف سے داخل نہیں کرتے، کیونکہ ان پر نورِ نبوت کا ایسا فیضان ہوا، جو ان کی اکثر و بیشتر خطاء سے حفاظت کرتا ہے(احیاءعلوم الدین)

علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

إذا صح الحديث بالتعليل لم يعدل عنه (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۹، ص ۵۷۸، باب المضمضة بعد الطعام)

ترجمہ: جب حدیث تعلیل سے صحیح ہو، تو اس کو ترک نہیں کیا جائے گا(فتح الباری)

ابنِ دقیق العید کا حوالہ

ابنِ دقیق العید فرماتے ہیں:

إذا صح الحديث بالتعليل لم نعدل عنه (إحكام الإحكام شرح عمدة الأحكام، ج ۲، ص ۲۸۵، باب الصيد)

ترجمہ: جب حدیث تعلیل سے صحیح ہو، تو ہم اس سے عدول نہیں کریں گے(اِحکام الاحکام)

شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبالجملة إذا صح الحديث وجب الإيمان به، فما أدرك من محامله يحمل عليه، وما لا يدرك وجب التفويض (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، ج ۹، ص ۱۹۰، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ جب حدیث صحیح ہو، تو اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور جو

www.idaraghufran.org

معانی اس کے معلوم ہوسکیں، ان کو قبول کیا جائے گا، اور جو معلوم نہ ہوسکیں، ان میں (سمجھے بغیر) تفویض واجب ہوگی (لمعات التنقیح)

علامہ قرطبی کا حوالہ

علامہ قرطبی ''تفسیرُ القرطبی'' میں فرماتے ہیں:

إذا صح الحديث فالقياس في مقابلته فاسد (تفسير القرطبي، ج۳، ص۱۹۹، سورة البقرة)

ترجمہ: جب حدیث صحیح ہو، تو اس کے مقابلہ میں قیاس کرنا درست نہیں (تفسیرِ قرطبی)

''تفسیر أضواءُ البیان'' کا حوالہ

''تفسیر أضواءُ البیان'' میں ہے:

ومما لا شك فيه أن الأئمة الأربعة رحمهم الله نهوا عن تقليدهم في كل ما خالف كتابا أو سنة كما نقله عنهم أصحابهم، كما هو مقرر في كتب الحنفية عن أبي حنيفة. وكتب الشافعية عن الشافعي القائل: إذا صح الحديث فهو مذهبي. وكتب المالكية، والحنابلة عن مالك وأحمد رحمهم الله جميعا. وكذلك كان غيرهم من أفاضل العلماء يمنعون من تقليدهم فيما لم يوافق الكتاب والسنة وقد يتحفظون منه ولا يرضون (أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، ج۷، ص۳۴۷، سورة الأحقاف)

ترجمہ: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے ہر اس چیز میں اپنی تقلید سے منع فرمادیا ہے، جو کتابُ اللہ، یا سنتِ رسول اللہ کے خلاف ہو، جیسا کہ اس بات کو ان کے اصحاب نے ان سے نقل کیا ہے، جیسا کہ کتبِ حنفیہ میں امام ابوحنیفہ سے یہ بات موجود ہے، اور کتبِ شافعیہ میں امام شافعی کا یہ قول موجود ہے کہ جب حدیث صحیح ہو، تو وہی میرا مذہب ہے۔

www.idaraghufran.org

اور مالکیہ اور حنابلہ کی کتب میں بھی امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ دونوں سے اسی طرح مروی ہے، اور اسی طریقہ سے ان کے علاوہ جلیل القدر علماء بھی ان چیزوں میں اپنی تقلید سے منع فرماتے تھے، جو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے موافق نہ ہوں، اور وہ اسی چیز کی حفاظت فرماتے تھے، اور اس کے علاوہ پسند نہیں فرماتے تھے (أضواء البیان)

علامہ آلوسی کا حوالہ

علامہ آلوسی اپنی تفسیر ''روحُ المعانی ''میں فرماتے ہیں:

وکل أحد یؤخذ من قوله ویترک ما عدا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم (روح المعانی، ج ۱۱، ص ۷۶، سورۃ لقمان)

ترجمہ: اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جائے گا، اور ترک بھی کیا جائے گا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (روح المعانی)

اور علامہ آلوسی اپنی تفسیر ''روحُ المعانی ''میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

أنک تعلم أنه إذا صح الحدیث لا یعدل عنه (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ج ۹، ص ۱۴۰، سورۃ الحج)

ترجمہ: بے شک آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ جب حدیث صحیح ہو، تو اس سے عدول (اور گریز) نہیں کیا جائے گا (روح المعانی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر ''المظھری ''میں فرماتے ہیں:

ومن ھاھنا یظھر انه إذا صح عند أحد حدیث مرفوع من النبی صلی اللہ علیه وسلم سالما عن المعارضة ولم یظھر له ناسخ وکان فتوی ابی حنیفة رحمة اللہ مثلا خلافه وقد ذھب علی وفق الحدیث أحد من الائمة الاربعة یجب علیه اتباع الحدیث الثابت ولا یمنعه الجمود

علی مذهبه من ذلک کیلا یلزم اتخاذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله
روی البیهقی فی المدخل بإسناد صحیح الی عبد الله بن المبارک
قال سمعت أبا حنیفة یقول إذا جاء عن النبی صلی الله علیه وسلم
فعلی الرأس والعین وإذا جاء عن اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم
نختار من قولهم وإذا جاء من التابعین زاحمناهم -وذکر عن روضة
العلماء قال اترکوا قولی بخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم وقول
الصحابة -ونقل انه قال إذا صح الحدیث فهو مذهبی (التفسیر
المظهری، ج۲، ص ۶۴، سورة ال عمران، تحت رقم الآیة ۶۴)

ترجمہ: اور یہیں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جب کسی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث صحیح ہو، معارضہ سے محفوظ ہو، اور اس کا کوئی ناسخ بھی ظاہر نہ ہو، اور مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہو، اور اس حدیث کے موافق ائمہ اربعہ میں سے کسی کا قول ہو، تو ہمارے اوپر ثابت شدہ حدیث کی اتباع واجب ہوگی، اور اس حدیث کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جمود ممنوع ہوگا، تاکہ ہم میں سے بعض کا بعض کو ''أربابا من دون الله'' بنانا لازم نہ آئے، اور بیہقی نے ''المدخل'' میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات آجائے، تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی کوئی بات آجائے، تو ہم ان کے قول میں سے کسی قول کو اختیار کرسکتے ہیں (لیکن ان کی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح واجبُ الاتباع نہیں ہوگی) اور جب تابعین سے کوئی بات آجائے، تو ہم ان کی (دلائل کے پیشِ نظر) مزاحمت کریں گے، اور ''روضة العلماء'' میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مذکور ہے کہ ''تم میرے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ کے قول کی وجہ سے ترک کردو''، اور امام ابوحنیفہ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ ''جب

www.idaraghufran.org

حدیث صحیح ہو،تو وہی میرا مذہب ہے‘‘ (تفسیرِ مظہری)

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی مذکورہ تفسیر میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

(مسئلة) إذا افتى المجتهد وظهران فتواه مخالف للكتاب او السنة وجب علينا اتباع الكتاب والسنة روى البيهقى فى المدخل بإسناد صحيح الى عبد الله بن المبارك قال سمعت أبا حنيفة يقول إذا جاء عن النبى صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وذكر عن روضة العلماء عن ابى حنيفة قال اتركوا قولى بخبر الرسول صلى الله عليه وسلم وقول الصحابة رضى الله عنهم ونقل عنه انه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى (التفسير المظهرى، ج۲،ص۱۵۴،سورة النساء،تحت رقم الآية ۶۰)

ترجمہ: مسئلہ: جب کوئی مجتہد فتویٰ دے، اور یہ بات ظاہر ہوجائے کہ اس کا فتویٰ کتابُ اللہ، یاسنتِ رسولُ اللہ کے مخالف ہے،تو ہمارے اوپر کتاب وسنت کی اتباع واجب ہے۔اور بیہقی نے’’المدخل‘‘میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات آجائے،تو وہ سراورآنکھوں پر ہوگی،اور’’روضۃُ العلماء‘‘میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مذکور ہے کہ’’تم میرے قول کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کی وجہ سے ترک کردو‘‘،اورامام ابوحنیفہ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ’’جب حدیث صحیح ہو،تو وہی میرا مذہب ہے‘‘ (تفسیرِ مظہری)

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوگیا کہ صحیح ومعتبر حدیث کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ، یاکسی بھی دوسرے امام ومجتہد کے قول کوقبول نہ کرنا ہی مذکورہ ائمہ کرام اور مجتہدینِ عظام کی حقیقی تقلید ہے، پس جوکوئی اس کے برخلاف معتبر حدیث کوترک کرکے کسی مجتہد وامام کے قول پر عمل کرے گا،تو وہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والا شمار ہوگا،اسی طرح وہ اس مجتہد اور امام کی مخالفت کرنے والا بھی شمار ہوگا۔

(جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

فراست وبصیرت

’’فراست‘‘ جس کو’’بصیرت‘‘ بھی کہا جاتا ہے،اس کا مختلف احادیث وروایات میں ذکر آیا ہے،اور قرآن مجید کی بعض آیات میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل کی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم:إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ(مسند البزار، رقم الحديث ٦٩٣٥)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں، جو لوگوں کو’’فراست‘‘ سے پہچان لیتے ہیں(بزار)

اور امام طبرانی نے’’المعجمُ الاوسط‘‘میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو درجِ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ(المعجم الأوسط،للطبرانی ، رقم الحديث ٢٩٣٥)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہوتے ہیں، جو لوگوں کو’’فراست‘‘ سے پہچان لیتے ہیں(بزار)

علامہ ہیثمی نے مذکورہ روایت کو سند کے اعتبار سے’’حسن‘‘ قرار دیا ہے۔ [1]

اور جناب ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس حدیث کی سند کو’’حسن‘‘ کہا ہے،اور اسی کی ساتھ

---

[1] رواه البزار، والطبرانی فی الأوسط، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٩٣٩،باب ما جاء فی الفراسة)

www.idaraghufran.org

’’مومن کی فراست سے ڈرنے کی مشہور حدیث‘‘ کو اس کا شاہد بھی قرار دیا ہے، جس کا ذکر آتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٦٩٣)

مذکورہ حدیث میں ’’التوسم‘‘ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، محدثین نے اس کے معنیٰ ’’فراست وبصیرت‘‘ سے کیے ہیں۔

’’بصارت‘‘ کا تعلق، چہرے کی ظاہری آنکھوں سے ہوتا ہے، اور ’’بصیرت‘‘ کا تعلق، دل سے ہوتا ہے۔

اور قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ دلوں میں بھی دیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورة الحج، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، اور لیکن اندھے ہوجاتے ہیں دل، جو کہ سینوں میں ہیں (سورہ حج)

نیز مذکورہ بالا حدیث میں جو ’’التوسم‘‘ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ الفاظ قرآن مجید میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ (سورة الحجر، رقم الآية ٧٥)

ترجمہ: بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اہلِ فراست کے لیے (سورہ حجر)

مذکورہ آیت میں ’’متوسمین‘‘ کے معنیٰ، بعض حضرات نے ’’اہلِ فراست‘‘ کے، اور بعض نے ’’اہلِ بصیرت‘‘ کے، اور بعض نے ’’اہلِ عبرت‘‘ کے، اور بعض نے ’’تاڑ جانے والوں‘‘ کے بیان کیے ہیں، جو بظاہر ایک دوسرے کے مترادف معانی ہیں، جن سب کا مفہوم ایک جیسا ہے۔

(ملاحظہ ہو: التفسير الكبير لفخر الدين الرازي، ج١٩، ص١٥٦، سورة الحجر)

اور بعض مفسرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث اور مومن کی فراست سے ڈرنے والی حدیث کو مذکورہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کیا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص ۵۴۷، سورۃ الحجر)

امام ترمذی نے ''عمرو بن قیس'' سے، انہوں نے ''عطیہ'' سے، اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَرَأَ: ''إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ'' (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۱۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر سورہ حجر کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ'' (یعنی بے شک اس میں نشانیاں ہیں، اہلِ فراست کے لیے)

(ترمذی)

امام ترمذی نے مذکورہ حدیث کی سند کو ''غریب'' کہا ہے، اور فرمایا کہ بعض اہلِ علم حضرات سے سورہ حجر کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث مروی ہے۔ [1]

نیز امام عقیلی نے ''یحییٰ بن عثمان'' سے، اور انہوں نے ''حرملہ بن یحییٰ'' سے، اور انہوں نے ''عمرو بن قیس ملائی'' سے روایت کیا ہے کہ:

كان يقال اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله عز وجل (الضعفاء الكبير للعقيلي، رقم الحديث ۱۸۵۷)

ترجمہ: یہ بات کہی جاتی تھی کہ تم مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے (الضعفاء الکبیر)

مذکورہ روایت کی سند میں بھی کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔

---

[1] قال الترمذی: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَةِ: ''إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ'' قَالَ: لِلْمُتَفَرِّسِينَ ".

مومن کی فراست سے ڈرنے، اور اس کے اللہ کے نور سے دیکھنے کی حدیث، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

بعض حضرات نے تو ان روایات کو مختلف اسناد سے مروی ہونے کی وجہ سے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

لیکن بعض حضرات نے مجموعی طور پر ان احادیث کو سند کے اعتبار سے ''ضعیف'' ہی قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٨٢١)

تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ:

''اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہوتے ہیں، جو لوگوں کو ''فراست'' سے پہچان لیتے ہیں''

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایات میں مومن کی جس ''فراست'' سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اللہ عزوجل کے اُن بندوں ہی کی فراست ہے، جس کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ذکر ہے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (سورة البقرة، رقم الآية ٢٧٣)

---

[1] حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٧٤٩٧)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٩٤٠،باب ما جاء في الفراسة)

حدثنا أحمد بن جعفر بن نصر الحمال، ثنا أحمد بن الخليل، ثنا عبد الرحمن بن يونس، ثنا يزيد بن هارون، ثنا سليمان بن أرقم، عن الحسن، عن أبي هريرة، قال :قال النبي صلى الله عليه وسلم :اتقوا فراسة المؤمن(كتاب الأمثال في الحديث النبوي،للأصبهاني ، رقم الحديث ١٢٦)

حدثنا حبيب بن الحسن، ثنا أحمد بن عيسى بن السكن، ثنا أحمد بن محمد بن عمر اليماني، ثنا عمارة بن عقبة، ثنا فرات بن السائب، عن ميمون بن مهران، عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اتقوا فراسة المؤمن؛ فإنه ينظر بنور الله .غريب من حديث ميمون، لم نكتبه إلا من هذا الوجه(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ،للأصبهاني، ج٤،ص٩٤)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: (صدقات) ان فقراء کے لیے ہیں، جو محصور ہیں، اللہ کے راستے میں، نہیں استطاعت رکھتے وہ چلنے کی زمین میں، گمان کرتا ہے ان کو جاہل، مالدار، تعفف (یعنی سوال نہ کرنے) کی وجہ سے، پہچان لے گا تو ان کو، ان کی پیشانیوں کے ذریعہ سے، نہیں سوال کرتے وہ لوگوں سے پیچھے پڑ کر (سورہ بقرہ)

پیشانیوں کے ذریعے سے پہچان کرنے والوں سے بھی بعض حضرات نے اہلِ فراست واہلِ بصیرت کو مراد لیا ہے (ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر، ج۱ص ۵۴۳، سورۃ البقرۃ)

پیشانی سے پہچاننے کا ذکر، قرآن مجید کی اور بھی دوسری آیات میں آیا ہے۔[1]

مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ اہلِ فراست، اور اہلِ بصیرت ظاہری چیزوں کے ذریعے، ان کے باطن پر استدلال کر لیتے ہیں۔

(ملاحظه هو: التفسير الكبير، لفخر الدين الرازى، ج۲، ص ۴۲۴، سورة البقرة)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً تَنْطِقُ عَلٰى أَلْسِنَةِ بَنِيْ آدَمَ بِمَا فِى الْمَرْءِ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ

(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۳۹۷)[2]

ترجمہ: بے شک اللہ کے فرشتے، بنی آدم کی زبان کے ذریعے سے اس چیز کے متعلق کلام کرتے ہیں، جو اِس بنی آدم میں خیر اور شر کی بات ہوتی ہے (حاکم)

اس حدیث میں بھی بظاہر بنی آدم سے، اللہ کے وہ بندے مراد ہیں، جو اہلِ فراست ہوتے ہیں، وہ فراست کی روشنی میں جو خیر وشر کی بات کرتے ہیں، تو گویا کہ اللہ کے فرشتے اُن کی زبان کے ذریعے کلام کرتے ہیں، جو حق وسچ ہوتا ہے۔

(ملاحظه هو: فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۳۵۷، فتح البارى لابن حجر، ج۳ص ۲۳۱، قوله باب ثناء الناس على الميت)

---

[1] وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (سورة الاعراف، رقم الآية ۴۶)
وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (سورة محمد، رقم الآية ۳۰)
سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (سورة الفتح ، رقم الآية ۲۹)
يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ (سورة الرحمان، رقم الآية ۴۱)

[2] قال الحاكم: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

حضرت عروہ سے مرسلاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ فِرَاسَةً، وَإِنَّمَا يَعْرِفُهَا الْأَشْرَافُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۷۶۷) [1]

ترجمہ: ہر قوم کی ایک ’’فراست‘‘ ہوتی ہے، جس کو صرف ’’اشراف‘‘ لوگ ہی پہچانتے ہیں (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر قوم میں اہلِ فراست ہو سکتے ہیں، اور اس فراست سے اس قوم کے شریف لوگ ہی مستفید ہو سکتے ہیں، ذلیل، رذیل اور کمینے لوگ اس سے محروم ہوتے ہیں، اس روایت سے فراست کا وسیع مفہوم معلوم ہوتا ہے، جس کے لیے متقی اور ولی اللہ ہونا ضروری نہیں۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد، روایت کیا ہے کہ:

أَفْرَسُ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ: الْعَزِيزُ حِينَ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسٰى أَنْ يَّنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا، وَالَّتِي قَالَتْ "يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ" وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ تَفَرَّسَ فِي عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (مستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۳۳۲۰) [2]

ترجمہ: انسانوں میں سب سے زیادہ فراست والے تین افراد ہیں، ایک ’’امیرِ مصر‘‘ جس نے اپنی عورت کو یہ کہا کہ ’’تم ان (یوسف علیہ السلام) کے مقام کا اکرام کرنا، شاید یہ ہمیں نفع پہنچائیں، یا ہم انہیں بیٹا بنالیں‘‘ دوسرے وہ عورت جس نے کہا تھا کہ ’’اے میرے والد! ان (موسیٰ علیہ السلام) کو اجرت پر رکھ لیجیے، بے شک جس کو آپ اجرت

---

[1] قال الحاکم:

صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا وَفِيهِ مَنْقَبَةٌ شَرِيفَةٌ لِسَلَمَةَ بْنِ سَلَامَةَ.

وقال الذهبی فی التلخیص:

صحیح مرسل.

[2] قال الحاکم:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ .

وقال الذهبی فی التلخیص:

علی شرط البخاری ومسلم.

www.idaraghufran.org

پر رکھیں، ان میں بہتر وہ ہوتا ہے، جو قوی اور امین ہو" اور تیسرے ابوبکر رضی اللہ عنہ،
جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں (ان کے بعد خلافت سے متعلق)
فراست والی رائے قائم کی (حاکم)

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد واشخاص نے بہت اعلیٰ درجہ کی "فراست" والی بات، اور فراست والا عمل کیا، اس لیے مذکورہ افراد، فراست میں نمایاں شمار ہوتے ہیں، جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے، اگرچہ مذکورہ روایت، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، لیکن مذکورہ مسئلے کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دوسرے پر حجت قائم کرنے کے لیے فراست کی بات کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے شرعی دلائل کا ہونا ضروری ہے، اسی لیے غیر نبیوں کے الہام اور کشف کو حجت قرار نہیں دیا گیا۔

اور نہ ہر شخص کی اوٹ پٹانگ باتوں کو "فراست" سے تعبیر کیا جا سکتا، جیسا کہ آج کل ٹاک شوز وغیرہ کے پروگراموں میں مختلف قسم کے تبصرے اور تجزیئے کرنے والوں کا حال ہے کہ وہ اِدھر اُدھر کی اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہیں، جن سے بہت سے لوگ متاثر ہوتے ہیں، حالانکہ ان کی اکثر باتیں خلافِ حقیقت اور جھوٹ، بہتان اور الزام تراشی وغیرہ پر مبنی ہوتی ہیں، ایسے نااہل بلکہ مفسد لوگوں کو "اہلِ فراست" سمجھنا، دراصل "فراست" کی توہین ہے۔

"فراست" کی تعبیر بعض لوگوں نے "ادارک، سرعتِ فہم، تیز فہمی" اور "زیرکی" اور "تاڑ جانے" سے بھی کی ہے، اور یہ قوت، جس طرح اللہ کی طرف سے "وہبی" ہوسکتی ہے، اسی طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے اِلقاء ہونے والے "نور، جِلا اور روشنی" سے بھی حاصل ہوسکتی ہے، اور یہ ہر شخص کے ایمان وعملِ صالح کے قوی وغیر قوی ہونے کے اعتبار سے، کم یا زیادہ ہوسکتی ہے، اور اسی طرح تدبر اور غور وفکر کی صلاحیتوں کو صحیح استعمال کرنے اور صحیح نتائج تک پہنچنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے سے بھی پیدا ہوسکتی ہے، اور تجربہ کی کثرت اور علم کی مہارت اور کمال کے بعد بھی حاصل ہوسکتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز پر تفصیل نظر ڈالے بغیر، اس

www.idaraghufran.org

چیز کے ذکر کرنے، دیکھنے، سننے، چکھنے، یا چھونے، یا صرف بعض علامتوں کے جان لینے سے، اتنی جلدی انسان صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ دیکھنے والا سمجھتا ہے گویا کہ وہ غیب کی باتیں بیان کر رہا ہے، اور فراست کی بعض اقسام وانواع، جاہل اور غیر متقی لوگوں کو بھی حاصل ہوسکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض ناخواندہ لوگ بھی فراست کا ملکہ رکھتے ہیں، اور بعض خواندہ فراست کے ملکہ سے بالکل کورے ہوتے ہیں، اور نیک وغیر نیک کی فراست میں جو فرق ہوتا ہے، وہ یہی ہوتا ہے کہ نیک وصالح آدمی کی فراست ''نیک'' ہوتی ہے، جو اسے آخرت کے صحیح نتائج تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے، اور غیر متقی وغیر صالح شخص کی فراست میں اتنی دور تک کے نتائج حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اور ''ملا کی دوڑ، مسجد تک'' والا معاملہ ہی ہوتا ہے، بہرحال ''گندم از گندم بروید، جوز جو'' والی بات ہے۔

اسی وجہ سے موت کو کثرت سے یاد کرنے، اور موت سے پہلے موت کی صحیح تیاری کرنے والوں کو احادیث میں نہایت زیرک قرار دیا گیا ہے، جو دراصل ''فراست'' کا اعلیٰ درجہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشَرَةٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ؟ فَقَالَ: أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِ الْمَوْتِ، أُولٰئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ

(المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ١٠٠٨، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٣٥٣٦، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٦٤٨٨) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الصغير، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٢١٤)

وقال المنذری:

رواه ابن أبی الدنيا فی كتاب الموت والطبرانی فی الصغير بإسناد حسن ورواه ابن ماجه مختصرا بإسناد جيد(الترغيب والترهيب، رقم الحديث ٥٥٠٥٣)

www.idaraghufran.org

حاضر ہونے والوں میں دسواں شخص تھا، تو انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سب زیادہ عقل منداور لوگوں میں سب سے زیادہ دور بین (یا دور اندیش وعاقبت اندیش) کون لوگ ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوموت کو سب سے زیادہ یاد کرتے ہوں، اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری زیادہ مضبوط طریقہ پر کرتے ہوں، یہی لوگ عقلمند ہیں، جو دنیا کے شرف اور آخرت کے اکرام کو حاصل کر چکے ہیں (طبرانی)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہی سب سے زیادہ اہلِ فراست واہلِ بصیرت، اور سب سے زیادہ عقل مند لوگ ہیں، اور یہی سب سے زیادہ دور اندیش اور دور بین ہیں، کیونکہ وہ دنیا سے آگے کی چیز پر نظر رکھتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 62 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ اول)

قومِ فرعون پر قحط سالی وخوشحالی

جادوگروں سے شکست کھانے اوران کے ایمان لے آنے کے بعد، اورفرعون کے اعتراضات کے جوابات کے بعد فرعون اوراس قوم کے لیے یہ بات اچھی طرح واضح ہوچکی تھی کہ موسیٰ، اللہ کے نبی ہیں، اور دنیا وآخرت کی بھلائی اسی میں تھی کہ ان پر ایمان لے آتے، لیکن غرور ونخوت اور جھوٹی معبودیت کے زعم میں کفر وعناد پر مُصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی تنبیہ کے طور پر فرعون اوراس کی قوم پر کچھ سختیاں اور تکالیف، قحط سالی اور پیداوار کی کمی کی صورت میں مسلط کیں، یہاں تک کہ ان کی کھتیاں خشک ہوگئیں، زراعت اورسبزی تباہ ہوگئی، اوردرختوں کے پھلوں میں کمی آ گئی، دریائے نیل خشک ہوگیا، اور خشک سالی عام ہوگئی، تا کہ وہ غفلت چھوڑ دیں، اورتوبہ کی توفیق ہوجائے، اور حضرت موسیٰ کی نصیحت کوقبول کرلیں، کیونکہ ایسی حالت میں انسان کا دل نرم پڑ جاتا ہے، اوراس میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، لیکن ان مصائب اور تکالیف سے بھی فرعون اوراس کی قوم کے کفر ومعصیت میں کوئی کمی نہ ہوئی، بلکہ اورزیادہ سخت دلی ہوگئی، اور شدت سے سرکشی کرنے لگے، اور پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہوگئے۔[1]

---

[1] ولقد أخذنا آل فرعون ای اتباعه بالسنين بالجدوب والقحوط والسنة غلبت على عام القحط لكثرة ما يذكر عنه ويورخ به ثم اشتق منه فيقال سنت القوم إذا قحطوا ويقال مستهم السنة ای جدب السنة وقيل أراد بالسنين القحط سنة بعد سنة ونقص من الثمرات بكثرة الآفات والعاهات قال قتادة اما سنين فلاهل البوادى واما نقص الثمرات فلاهل الأمصار لعلهم يذكرون لكى ينتبهوا على ان ذلک بشوم كفرهم ومعاصيهم فيتعظوا او يرق قلوبهم بالشدائد فيفزعوا الى الله ويرغبوا فيما عنده(التفسير المظهرى، ج۳ص۳۹۵، سورة الاعراف)

www.idaraghufran.org

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ(سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۳۰)

یعنی''اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا، تاکہ ان کو تنبیہ ہو''

لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اس کے بعد دوسرے خدائی ضابطہ کے مطابق جب کہ سرکش قوم تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتی، تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر، ان پر عارضی فراخی اور خوشحالی بھیجی جاتی ہے کہ شاید احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں، اور منعمِ حقیقی کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشحالی اور امن و عافیت کی کڑی آزمائش میں مبتلا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے تکبر میں آگے ہی بڑھتے گئے، جب قحط سالی آئی تو کہنے لگے کہ یہ سب موسیٰ اور بنی اسرائیل کی وجہ سے ہو رہا ہے، اور جب خوشحالی آئی، تو کہنے لگے کہ ہم تو اس کے حقدار ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۳۱)

یعنی''(مگر) نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ تو ہمارا حق تھا، اور اگر ان پر کوئی مصیبت پڑ جاتی تو، اس کو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے، حالانکہ درحقیقت یہ خود ان کی نحوست (تھی جو) اللہ کے علم میں تھی، لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں تھے''۔

جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے، تو صحیح بات اس کی سمجھ نہیں آتی، فرعون اور اس کی قوم بھی اسی قہر میں مبتلا تھی، عذاب کے اس ابتدائی جھٹکے سے بھی ان کو کوئی تنبیہ نہ ہوئی، بلکہ اس کو اور ہر آنے والی مصیبت کو یہ کہنے لگے کہ یہ نحوست حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ہے، اور جب

ان کو کوئی بھلائی اور راحت و آرام ملتا، تو یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا حق ہے ہمیں ملنا ہی چاہئے، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی فال اچھی یا بری جو کچھ بھی ہو، وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، یعنی جو کچھ اس عالمِ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے عمل میں آتا ہے، نہ اس میں کسی کی نحوست کا دخل ہے، نہ برکت کا، یہ سب ان کی خام خیالی اور جہالت ہے، جو پرندوں کے داہنے یا بائیں اڑ جانے سے اچھی بری فالیں لے کر اپنے مقاصد اور عمل کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں۔ [1]

اور ان کی سرکشی یہاں تک بڑھ گئی، اور عقل پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے کہ قحط اور خشک سالی کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے جادو کا نتیجہ قرار دے رہے تھے، اور ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری بات کو کسی بھی قیمت پر نہیں ماننا، تم ہم پر جادو چلانے کے لئے خواہ کتنی ہی کوششیں کرلو، ہم تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۳۲)

یعنی ''اور (موسیٰ سے) کہتے تھے کہ تم ہم پر اپنا جادو چلانے کے لیے چاہے کیسی بھی

[1] واعلم أن على كلا القولين المعنى: أن كل ما يصيبهم من خير أو شر فهو بقضاء الله تعالى وبتقديره ولكن أكثرهم لا يعلمون أن الكل من الله تعالى وذلك لأن أكثر الخلق يضيفون الحوادث إلى الأسباب لمحسوسة ويقطعونها عن قضاء الله تعالى وتقديره والحق أن الكل من الله لأن كل موجود فهو إما واجب الوجود لذاته أو ممكن لذاته والواجب واحد وما سواه ممكن لذاته والممكن لذاته لا يوجد إلا بإيجاد الواجب لذته وبهذا الطريق يكون الكل من الله فإسنادها إلى غير الله يكون جهلا بكمال الله تعالى(التفسير الرازى، ج۱۴ ص۳۴۵، سورة الاعراف)

فإذا جائتهم الحسنة، يعنى: الخصب والسعة والعافية، قالوا لنا هذه، أى: نحن أهلها ومستحقوها على العادة التى جرت لنا فى سعة أرزاقنا ولم يروها تفضلا من الله عز وجل فيشكروا عليها، وإن تصبهم سيئة، جدب وبلاء ورأوا ما يكرهون، يطيروا يتشائموا، بموسى ومن معه، وقالوا: ما أصابنا بلاء حتى رأيناهم، فهذا من شؤم موسى وقومه(تفسير البغوى، ج۲ ص۲۲۲، سورة الاعراف)

نشانی لے کر آ جاؤ، ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں‘‘۔

الغرض ان کا کبر وغرور بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ چاہے تم کوئی بھی نشانی لاؤ، ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ان پر بلائیں نازل کیں، تاکہ متنبہ ہو جائیں، اور عبرت اور نصیحت پکڑیں، لیکن یہ وہ حیوانی خودسری ہے جسے سدھایا نہیں جا سکتا، جس پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا، جسے کسی دلیل سے رد نہیں کیا جا سکتا، وہ نہ فکر ونظر جانتی ہے اور نہ غور وتدبر سے کام لیتی ہے، دلیل کا سامنا کرنے سے بھی پہلے وہ بات کو رَد کر دیتی ہے، وہ دلیل کا راستہ ہی روک دیتی ہے، یہ وہ نفسیاتی حالت ہے، جس میں ہر وہ شخص مبتلا ہو جاتا ہے، جو جابرانہ انداز میں اور اپنی مصلحتوں کے لیے اقتدار میں ہوتا، اور جسے دلیل نے شکست دے دی ہوتی ہے، فرعون کی بھی اس وقت یہی کیفیت تھی۔

طب وصحت (قسط:2) حکیم مفتی محمد ناصر

حجامہ کی اُجرت کے مکروہ ہونے کی احادیث وتشریح

گزشتہ قسط میں حجامہ کی اُجرت کے جائز ہونے کی احادیث وآثار نقل کیے گئے تھے۔

جبکہ بعض احادیث وروایات میں ثمنُ الدم یعنی خون کی کمائی، سے ممانعت اور حجامہ کی اُجرت کے مکروہ وناپسند ہونے کا ذکر آیا ہے۔

ذیل میں وہ احادیث پیش ہیں۔

عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے:

رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الوَاشِمَةِ وَالمَوْشُومَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، وَلَعَنَ المُصَوِّرَ (بخاری، رقم الحديث ٢٠٨٦، باب موكل الربا، ورقم الحديث ٢٢٣٨)

ترجمہ: میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر اپنے والد سے اس غلام کے متعلق پوچھا تو والد نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی سے، اور سود کھانے والے اور سود کھلانے سے منع فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے:

أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ، فَكُسِرَتْ، فَقُلْتُ لَهُ: أَتَكْسِرُهَا؟ قَالَ: " نَعَمْ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ (مسند احمد، رقم الديث ١٨٧٦٨، ابن

www.idaraghufran.org

حبان، رقم الحديث ۴۹۳۹، إسناده صحيح على شرط الشيخين)

ترجمہ: انہوں نے ایک سینگی لگانے والا غلام خریدا پھر انہوں نے سینگی لگانے کے اوزار کے متعلق حکم دیا تو اسے توڑ دیا گیا، میں نے والد سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور اور سود کھانے اور کھلانے والے اور جسم گودنے اور گدوانے والی عورت، اور مصور پر لعنت فرمائی ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کا اپنے غلام کو حجامہ کے آلات توڑنے کا حکم دینا بیان ہوا ہے، اور دلیل میں ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمائی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ (ابوداؤد، رقم الحديث ۳۴۲۱، باب في كسب الحجام، ترمذی، رقم الحديث ۱۲۷۵، اسناده صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجامہ کرنے والے کی اجرت ناپاک ہے، اور کتے کی قیمت ناپاک ہے، اور بدکار (وفاحشہ) عورت کی کمائی ناپاک ہے (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث میں حجام کی کمائی کے خبیث ہونے کا بھی حکم بیان ہوا ہے۔ [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثَلَاثٌ كُلُّهُنَّ سُحْتٌ: كَسْبُ الْحَجَّامِ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ (سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۳۰۶۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں پوری طرح خراب (وناپاک)

---

[1] ان الخبيث معناه: الدنيئ، كقوله تعالىٰ: ولاتيمموا الخبيث منه تنفقون، أى الدون.

وذكر الأبى فى شرحه ۴: ۲۵۱ توجيها آخر لهذا الحديث، وهو أن النهى دن كسب احجامه انما هوا عما كانوا نصنعونه فى الجاهلية: يفصدون الحيوانات، ويبيعون مايجتمع منا من الدم لمن يأكله من الكفار، أو لمن يستعمله فى شىء، ويؤيده مأأخرجه (تكملة فتح الملهم، ج ۱، ص ۵۳۴، كتاب المساقاة والمزارعة، مبحث كسب الحجام)

www.idaraghufran.org

ہیں، حجام کی کمائی، فاحشہ کی اُجرت، اور کتے کی قیمت (دارقطنی)

اور ایک روایت میں ہے:

مِنَ السُّحْتِ كَسْبُ الْحَجَّامِ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ (مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ٥٢٨٨)

ترجمہ: خراب (وناپاک کمائیوں میں) حجام کی کمائی، اور کتے کی قیمت، اور فاحشہ کی اُجرت ہے (ابوعوانہ)

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو سے روایت ہے:

نهى رسول الله –صلى الله عليه وسلم– عن كسب الحجام (ابن ماجه، رقم الحديث ٢١٦٥، صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کی کمائی سے منع فرمایا (ابن ماجہ)

اور حضرت حرام بن سعد بن محیصہ رحمہ اللہ سے روایت ہے:

أن أباه سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن كسب الحجام ، فنهاه عنه فلم يزل يكلمه حتى قال : اعلفه ناضحك ، أو أطعمه رقيقك

(مصنف ابن ابی شيبة، رقم الرواية ٢١٣٧٨، فی كسب الحجام)

ترجمہ: ان کے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجام کی کمائی کے بارے میں معلوم کیا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، پھر وہ مسلسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے رہے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پیسوں سے اونٹ کو چارہ ڈال دو، یا اپنے غلام کو کھلا دو (ابن ابی شیبہ)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مذکورہ حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث میں ''حجام کی اجرت'' سے آپ نے منع فرمایا، یہ ممانعت باجماعِ امت تحریم پر محمول نہیں ہے، اور خود حدیثِ باب بھی حرمت پر دلالت نہیں کر رہی ہے، اس لئے کہ اگر حرام ہوتی تو اپنے غلام کو کھلانا بھی حرام ہوتا، لیکن آپ نے اس طرف اشارہ فرما دیا

کہ یہ کوئی اچھا پیشہ نہیں ہے، کیونکہ اس پیشے میں انسان کو مسلسل نجاست میں ملوث رہنا پڑتا ہے، اس لئے کہ حجام اپنے منہ سے انسان کے جسم کا گندہ اور ناپاک خون چوس کر کھینچتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے منہ میں بھی خون آجاتا ہے، اس وجہ سے اس پیشے میں ایک طرح کی خباثت ہے، اس لئے بطور پیشے کے اس کو پسند نہیں فرمایا (تقریرِ ترمذی، جلد۱، صفحہ۲۱۴، باب ماجاء فی کسب الحجام)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

جمہور کا کہنا یہ ہے کہ ''کسب الحجام خبیث'' یہ بطور ارشاد اور بطور تنزیہ فرمایا گیا ہے کہ یہ اچھا پیشہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پیشہ میں آدمی ہر وقت نجاستوں میں مبتلا رہتا ہے، اور اس بات کا اندیشہ بھی ہوتا ہے کہ خون منہ میں چلا جائے، اس واسطے اس کو پسند نہیں فرمایا، لیکن شرعی طور پر حرام نہیں ہے، کیونکہ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ سے حجامت کروائی، اور اجرت ادا کی، جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ اجرت جائز ہے، البتہ اس کو تنزیہاً پسند نہیں کیا گیا (انعام الباری، جلد۶، صفحہ۴۱۸، کتاب البیوع، بعنوان: حجام کی اجرت جائز ہے)

نیز فرماتے ہیں کہ:

حديث محيصة يدل على أن أجرة الحجام ليست بحرام، وأن خبثها من قبل دناءة مخرجها، وقوله: اعلفه ناضحك، أورقيقك، يدل على صحة ماقلناه، وذلك أنه لايجوز له أن يطعم رقيقه الا من مال قدثبت له ملكه، واذا ثبت له ملكه فقد ثبت أنه مباح. وانما وجهه: التنزيه عن الكسب الدنيء، والترغيب فى تطهير الطعم، والارشاد الى ماهو أطيب وأحسن، وبعض الكسب أعلى وأفضل، وبعضه أدنى وأوكح (تكملة فتح الملهم، ج۱، ص۵۳۳، كتاب المساقاة والمزارعة، مبحث كسب الحجام)

ترجمہ: محیصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ حجام کی اُجرت حرام نہیں ہے، اوراس کی خباثت (وخرابی یابُرائی) اس کے کمتر پیشہ ہونے کی قبیل سے ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ ''حجامہ کی کمائی کے پیسوں سے اونٹ کو چارہ ڈال دو، یا اپنے غلام کو کھلا دو'' سے ہماری مذکورہ بات کی تائید ہوتی ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ انہیں اپنے غلام کو وہی مال کھلانا جائز ہے، جس پر اُن کی ملکیت ثابت ہو جائے، اور جب ملکیت ثابت ہو جائے، تو پھر اس کا مباح (وجائز) ہونا ثابت ہے۔

اور ممانعت کی توجیہ گھٹیا کمائی سے بچانا اور پاکیزہ کمائی کھانے کی ترغیب دینا ہے، اور جو کمائی خوب پاک اور اچھی ہے، اس کی رہنمائی کرنا ہے، نیز یہ بھی کہ بعض کمائیاں اعلیٰ اور افضل ہوتی ہیں، اور بعض کمائیاں ادنیٰ اور کمتر ہوتی ہیں (تکملہ)

نیز مذکورہ احادیث میں حجامہ کی اُجرت کے خبیث قرار دینے سے اس کے حرام ہونے کی نفی پر بعض اہلِ علم نے پیاز اور تھوم کے خبیث قرار دیے جانے والی احادیث سے بھی نظیر لی ہے، کہ پیاز اور لہسن کو ان کی بو کی وجہ سے خبیث ہونا بیان کیا گیا ہے، مگر پیاز اور لہسن حرام نہیں ہیں۔

محدثین کی ایک جماعت کے مطابق احادیث میں حجامہ کی اُجرت کے خبیث قرار دیے جانے سے مقصود حجامہ کی کمائی کا حرام ہونا نہیں ہے، بلکہ اس کے اعلیٰ وافضل کسبِ معاش ہونے کی نفی کرنا ہے۔ [1]

حجامہ کی اُجرت کے بارے میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد

موسیٰ بن علی بن رباح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

كُنتُ عِندَ ابنِ عَبَّاسٍ فَأَتَتهُ امرَأَة ، فَقَالَتُ : إِنِّى امرَأَةٌ مِنُ أَهُلِ العِرَاقِ

---

[1] عَنُ أَبِی سَعِیدٍ، قَالَ: لَمُ نَعُدُ أَنُ فُتِحَتُ خَیُبَرُ فَوَقَعُنَا أَصُحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ فِی تِلُکَ الْبَقُلَةِ الثُّومِ وَالنَّاسُ جِیَاعٌ، فَأَكَلُنَا مِنُهَا أَكُلًا شَدِیدًا، ثُمَّ رُحُنَا إِلَی الُمَسُجِدِ، فَوَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ الرِّیحَ فَقَالَ: مَنُ أَكَلَ مِنُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الُخَبِیثَةِ شَیْئًا، فَلَا یَقُرَبَنَّا فِی الُمَسُجِدِ فَقَالَ النَّاسُ: حُرِّمَتُ، حُرِّمَتُ، فَبَلَغَ ذَاكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَیُسَ بِی تَحُرِیمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لِی، وَلَكِنَّهَا شَجَرَةٌ أَكُرَهُ رِیحَهَا (مسلم، رقم الحدیث ٧٦''٥٦٥''، باب نهی من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها)

وَلِی غُلَامٌ حَجَّامٌ ، وَیَزْعُمُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنِّی آکُلُ ثَمَنَ الدَّمِ ، فَقَالَ : إِنَّهُمْ لَا یَزْعُمُونَ شَیْئًا ، إِنَّمَا تَأْکُلِینَ خَرَاجَ غُلَامِکَ ، وَلَسْتِ تَأْکُلِینَ ثَمَنَ الدَّمِ (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ٢١٣٨٦، فی کسب الحجام)

ترجمہ: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا،ان کے پاس ایک عورت آئی،اوراس نے عرض کیا کہ میں عراق کی عورت ہوں،اورمیراایک حجّام(یعنی حجامہ کرنے والا)غلام ہے،اوراہلِ عراق یہ گمان کرتے ہیں کہ میں خون(سے حاصل ہونے)والی کمائی کھاتی ہوں،تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُن کے گمان کی کوئی حقیقت نہیں،آپ اپنے غلام کی کمائی کھاتی ہو،اورآپ خون(سے حاصل ہونے)والی کمائی نہیں کھاتی (ابن ابی شیبہ)

مذکورہ روایت میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے حجامہ کے ذریعہ حاصل ہونے والی اُجرت حلال بیان کی ہے۔

اورحضرت عطاء سے روایت ہے:

دخلت علی ابن عباس وغلام له یحجمه قال : فقلت : یا أبا عباس ! ما تصنع بخراج هذا ؟ قال : آکله وأوکله ، وأشار بیده إلی فیه (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ٢١٣٨٣، فی کسب الحجام)

ترجمہ: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضرہوا،اورایک غلام آپ رضی اللہ عنہ کا حجامہ کررہاتھا،تومیں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ اس کی اُجرت کا کیا کریں گے؟انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کوخودبھی کھاؤں گا،اوراس کوبھی کھلاؤں گا،اورانہوں نے اپنے ہاتھ سے غلام کے منہ کی طرف اشارہ کیا(ابن ابی شیبہ)

ایک روایت میں حجامہ کے ناپسند ہونے کی ایک خاص وجہ بیان ہوئی ہے:

چنانچہ ابوقلابہ رحمہ اللہ سے روایت ہے:

لولا أن الحجام یمص الدم لم أر به بأسا (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ٢١٣٨٦، فی کسب الحجام)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اگر حجّام خون کو (منہ سے) نہ کھینچتا، تو (پھر) میرے نزدیک اس میں حرج نہیں تھا (ابن ابی شیبہ)

امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ''کسب الحجام'' کے باب میں بیان فرمائی ہے، جس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ حجام کی کمائی کے ناپسند ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ پہلے زمانے میں حجامہ کرنے والا، حجامہ کے خون کو منہ سے چوستا تھا، مگر موجودہ دور میں ایسے بہت سے آلات موجود ہیں، جن کے ذریعے حجامہ کا خون جسم سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے، اور حجامہ کرنے والے کو اپنے منہ سے خون کھینچنا نہیں پڑتا۔

نیز حجام کی کمائی میں حرج نہ ہونے کے اقوال اور بھی کئی صحابہ وتابعین سے مروی ہیں۔ [1]

(جاری ہے......)

---

[1] عن زيد أبي أسامة ، قال : سألت سالما والقاسم عن كسب الحجام فلم يريا به بأسا ، وتلوا :} قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه الآية (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۷۴)

عن مغيرة ، قال : كان للحارث غلام حجام (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۷۶)

عن شعبة ، عن عبد الرحمن بن القاسم ، عن أبيه ، أنه سئل عن كسب الحجام فلم ير به بأسا (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۷۷، فی کسب الحجام)

عن عطاء ، قال : كان لا يرى بكسب الحجام بالجلمين بأسا (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۸۱، فی کسب الحجام)

عن ابن عباس ، قال : احتجم النبي صلى الله عليه وسلم وآجر الحجام ، ولو كان حراما لم يعطه (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۸۲، فی کسب الحجام)

عن عكرمة : احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وأعطى الحجام عمالته دينارا (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۲۱۳۸۷، فی کسب الحجام)

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 8/15/22/29/جُمادی الاخریٰ، اور 6/رجب المرجب 1442ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 10/17/24/جُمادی الاخریٰ اور یکم/رجب المرجب 1442ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 26/جُمادی الاخریٰ، بروز منگل مدیر صاحب، المجتبیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ کے ذمہ داران کی طرف سے دوپہر کے وقت، مذکورہ ٹرسٹ کے دینی امور کے جائزہ کے لئے مدعو تھے۔

□...... 2/رجبُ المرجب (15/فروری)، بروز پیر سے تعمیرِ پاکستان سکول میں سالانہ امتحانات کا آغاز ہوگیا۔

□...... 5/رجب، بروز جمعرات، طالب علم عبدالباسط کی تکمیلِ قرآن کے موقع پر مدیر صاحب کا طلبہٗ حفظ میں اصلاحی بیان ہوا، اسی دن بعد ظہر مفتی محمد یونس صاحب نے طالب علم مذکور کے گھر، ان کے اعزہ میں بیان فرمایا۔

□...... 6/رجب المرجب 1442ھ، بروز جمعہ، بعد نمازِ جمعہ مدیر صاحب نے جناب شیر افضل صاحب کی دختر نیک اختر کا مسجدِ غفران میں نکاحِ مسنون ہوا۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21/جنوری/2021ء/7/جمادی الثانی/1442ھ: پاکستان: بیلسٹک میزائل شاہین تھری کا کامیاب تجربہ، زمین سے زمین 2750 کلومیٹر رینج کے میزائل نے ہدف کو کامیابی سے نشانا بنایا ✍ 22/جنوری: امریکہ: ٹرمپ حلف برداری سے پہلے ہی وائٹ ہاؤس چھوڑ گئے، بائیڈن امریکی صدر بن گئے ☛ بائیڈن کا پہلا دن، مسلم ممالک پر عائد سفری پابندیاں ختم، ٹرمپ کی متعدد پالیسیاں پلٹ دیں ✍ 23/جنوری: پاکستان: مہنگائی بڑھنے کا رجحان برقرار، گزشتہ ہفتے 0.32 فیصد اضافہ ✍ 24/جنوری: پاکستان: 5G کو عام صارف کی دسترس میں لانے کی جانب سفر کا آغاز، روڈ میپ تیار ✍ 25/جنوری: پاکستان: پختونخوا اور آزاد کشمیر میں 5.2 شدت کا زلزلہ ✍ 26/جنوری: پاکستان: ن لیگ کا سینیٹ انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ، پارلیمانی کمیٹی کی طرف سے تحریکِ عدمِ اعتماد کی مخالفت ✍ 27/جنوری: بھارت: بھارتی یومِ جمہوریہ پر ٹریکٹر ریلی، متنازع زرعی پالیسی پر مشتعل ہزاروں کسان رکاوٹیں توڑ کر دہلی داخل، جھڑپیں، 1 ہلاک، اہلکاروں سمیت درجنوں زخمی، سکھوں نے لال قلعہ پر خالصتان کا پرچم لہرا دیا ✍ 28/جنوری: پاکستان: کورونا ویکسینیشن مہم اگلے ہفتے سے شروع، ویکسین لگانے کا جامع پلان مرتب، شہری ویب سائٹ پر شناختی کارڈ بھیج کر رجسٹرڈ ہو سکیں گے، این سی او نے یکم فروری سے باقی تعلیمی ادارے کھولنے کے فیصلے کی توثیق کر دی ✍ 29/جنوری: پاکستان: حکومت کا 3 ترامیم پارلیمنٹ میں لانے کا اعلان، سینیٹ الیکشن، اوپن بیلٹنگ، دوہری شہریت والوں کو انتخابات لڑنے کی اجازت ✍ 30/جنوری: پاکستان: پاکستان میں کرپشن میں اضافہ، عالمی فہرست میں 4 درجے تنزلی، ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل ✍ 31/جنوری: عرب امارات: امارات کا ڈاکٹرز، سائنسدانوں اور باصلاحیت غیر ملکیوں کو شہریت دینے کا اعلان ✍ یکم/فروری: پاکستان: ایک ماہ میں تیسری مرتبہ پٹرولیم قیمتوں میں اضافہ، پٹرول 2.70، ڈیزل 2.88 روپے لٹر مہنگا ✍ 2/فروری: پاکستان: کورونا، چین سے 5 لاکھ عطیہ ویکسین پاکستان پہنچ گئی، لگانے کی مہم شروع، ملک بھر میں تعلیمی ادارے کھل گئے ☛ میانمار: فوج نے اقتدار سنبھال لیا، ایک سال کے لیے ایمرجنسی نافذ ✍ 3/فروری: پاکستان: سینیٹ داخلہ کمیٹی، بچوں سے زیادتی کے مجرموں کو سرعام پھانسی کا بل منظور، مُردوں کی بے حرمتی پر سزاؤں کا بل بھی پاس ☛ کورونا: وزیرِ اعظم کی موجودگی میں ہیلتھ ورکرز کو ویکسین لگا کر مہم کا آغاز ✍ 4/فروری: پاکستان: زمین سے زمین تک مار کرنے والے بیلسٹک میزائل غزنوی کا کامیاب تجربہ، 290 کلومیٹر تک نیوکلیئر وار ہیڈ لے جانے کی صلاحیت ✍ 5/فروری: پاکستان: سٹاک مارکیٹ میں مندی، ڈالر 160 روپے سے نیچے آ گیا، فی

www.idaraghufran.org

تولہ سونا کی قیمت 650روپے گرگئی، ڈالر 159.96روپے میں فروخت ✍ 6/فروری: پاکستان: مہنگائی 0.53فیصد ہفتہ وار بڑھ گئی، 31اشیائے ضروریہ مہنگی، 7 سستی ✍ 7/فروری: پاکستان: سینٹ الیکشن اوپن بیلٹ سے کرانے کا آرڈیننس جاری، عملدرآمد سپریم کورٹ کی رائے سے مشروط۔ الیکشن کمیشن، پارٹی سربراہ یا اس کے نمائندے کو اسمبلی کا ووٹ کا دکھانے کا پابند ہوگا ✍ 8/فروری: پاکستان: عازمین حج کے لیے کورونا ویکسین لازمی قرار، ملک میں حج کے لیے فلائیٹ آپریشن مئی یا جون میں شروع ہوگا ✍ 9/فروری: پاکستان: پاک فوج کا چینی ویکسین عطیہ، ہیلتھ ورکرز کو دینے کا فیصلہ ✍ 10/فروری: پاکستان: ریلوے کا 41ارب روپے کا خسارہ کم کرنے کے لیے عملی اقدامات شروع ✍ 11/فروری: پاکستان: دسمبر 2020 کے لیے فی یونٹ بجلی 1.53روپے مہنگی، اضافہ فیول ایڈجسٹمنٹ چارجز کی مد میں کیا گیا، فروری کے بلوں میں وصول کیا جائے گا ✍ 12/فروری: پاکستان: سینٹ کی 48نشستوں پر انتخابات 3 کو مارچ ہوں گے، الیکشن کمیشن نے شیڈول جاری کردیا ✍ 13/فروری: پاکستان: یکم مارچ سے تنخواہوں میں 25فیصد اضافہ، وفاقی ملازمین کا احتجاج ختم ✍ 14/فروری: پاکستان: میٹرک، انٹر امتحانات تعلیمی بورڈز میں شیڈول جاری، پنجاب میں بھر میں میٹرک امتحانات 4 مئی سے، نتائج کا اعلان 31اگست کو ہوگا ✍ 15/فروری: پاکستان: نئی گاڑیاں 3ماہ کے اندر فروخت پر 2لاکھ تک ٹیکس ✍ 16/فروری: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات قیمتیں برقرار، اضافے کی سمری مسترد ✍ 17/فروری: پاکستان: ضمنی الیکشن، سندھ میں 2 سیٹوں پر پیپلز پارٹی، بلوچستان میں ایک پر جے یو آئی کامیاب ✍ 18/فروری: پاکستان: ن لیگ کے سینئر مشاہداللہ خان، علالت کے باعث انتقال کر گئے ✍ 19/فروری: پاکستان، چین سے ڈالر اور چینی کرنسی میں قرض لینے پر آمادہ، ایم ایل ون پروجیکٹ کے لیے 6ارب ڈالر قرض لیا جائے گا، مذاکرات ایک سال سے جاری ✍ 20/فروری: پاکستان: ضمنی الیکشن، ن لیگ 2 سیٹیں جیت گئی، ایک پر آ گے۔

علمی و تحقیقی رسائل جلد14

(1)...بروز جمعہ، عذابِ قبر منقطع ہونے کی تحقیق

(2)...اعمال نامہ یمین وشمال میں دیے جانے کی تحقیق

(3)...شبلی اور فراہی کی تکفیر کا مسئلہ

(4)...مولانا آزاد: چند سوالات کے جوابات

(5)...نا قابلِ انتفاع مقدس اوراق کو جلانے کا حکم

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org